کامیابی کے راز

مرتب

محمد حسان ملک نوری

استاذ: دارالعلوم نوریہ اہل سنت بدرالاسلام (برہان پور)

ناشر

مسلم ایجوکیشن فورم، برہان پور (ایم۔پی)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

نام کتاب: کامیابی کے راز

مرتب: محمد حسان ملک نوری (برہان پور)

نظرِ ثانی: شہزادہ غوث اعظم حضرت علامہ سید عبداللہ ابدال حسینی صاحب قبلہ دام ظلہ (کرنول)

استاذ گرامی حضرت علامہ سرفراز احمد برکاتی صاحب قبلہ دام ظلہ (ناگپور)

مربی شفیق الحاج انصار احمد جامی صاحب قبلہ دام ظلہ (والدِ مُرتب)

کمپوزنگ: احمد رضا قادری (کھنڈوہ) محمد تنویر رضا برکاتی، عاشق علی نوری (برہان پور)

سنِ اشاعت: رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق مئی ۲۰۱۵ء

ناشر: مسلم ایجوکیشن فورم، برہان پور (ایم۔ پی)

رابطہ نمبر: 9179505610

نوٹ:۔ یہ کتاب ''رضا اکیڈمی'' ممبئی سے بھی رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ میں شائع ہوچکی ہے۔

مشمولات

الاھداء

قطب برہان پور حاملِ لطائفِ رحمانی حضرت شاہ سید بہاء الدین باجن

اور

مخزنِ اَسرارِ الٰہیہ حضرت شیخ **محمد بن فضل اللہ** المعروف بہ نائب رسول

علیہما الرحمۃ والرضوان

کے نام

یہ دونوں شخصیات وہ ہیں

جو معلم کائنات روحی فداہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

کے حکم وارشاد پر ''برہان پور'' تشریف لائے

اور

نورِ قرآن وحدیث، تجلیاتِ فقہ وتفسیر، رُموزِ سلوک وتصوف

سے برہان پور واطراف کے باشندگان کو مالا مال کردیا

گر قبول افتد زہے عز وشرف

نیازمند، محتاجِ لطف وکرم

حسّان غفرلہ المنّان

پیش لفظ

کامیابی کے راز

از:۔محمد حسان ملک نوری

نحمده و نصلی و نسلم علیٰ رسوله الکریم و علیٰ اله و اصحابه اجمعین امابعد

اکیسویں صدی کو ترقیوں اور کامیابیوں کا نقطہ عروج مانا جاتا ہے یقیناً کامیابی حاصل کرنا ہر انسان کا فطری حق ہے۔حالات دنیا کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ آج دنیا جسے ترقی وکامیابی کا نام دیتی ہے وہ ہے دولت وثروت،عزت وشہرت،حسن وجمال مگر مشاہدہ یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں کی نہایت اونچی چوٹی پر قدم رکھنے والے بھی بے چین و بے قرار دکھائی دیتے ہیں جب کہ اصل کامیابی تو یہ ہے کہ انسان کو سکون وقرار میسر آجائے۔دنیا کا اندازِ فکر جو بھی ہو ہمیں اس سے سروکار نہیں ہم مسلمان ہیں ہماری کامیابی کے راز، ترقی کے اصول ہمیں پیدا کرنے والے رب عزوجل کے عطا کردہ ہیں جن میں ترمیم وتبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے ہاں وقت اور حالاتِ زمانہ کے پیش نظر طریقہ کار میں تبدیلی ضرور ممکن ہے۔

تقریباً ۲۰۰ر سال پہلے تک دنیا کے بڑے حصے پر ہماری حکمرانی تھی جس میں حسبِ اصولِ شریعت دوسروں کی بھی رعایت تھی۔ اُس دور میں جب کہ یورپ بے بسی کی زندگی گزار رہا تھا، وحشت وبربریت اس کی عادت ثانیہ تھی،تہذیب وشائستگی کا ان میں نام ونشان بھی نہ تھا،جنگلوں میں بسیرا ہوتا،آبادیوں میں گارے اور گھاس کی جھونپڑیوں میں رہتے،کھالوں کا لباس پہنتے،گزربسر کے ذرائع نہایت محدود تھے ایسے دورِ ظلمت میں معلم کائنات سیدنا محمد عربی ﷺ کے غلاموں نے ہاتھوں میں قرآن کی قندیل نور لیکر ہر چہار جانب پھیلنا شروع کیا اور محض ۹۰ ربرس کی مدت میں سمرقند سے اطلس کے ساحل تک اور بحیرۂ اسود سے ملتان تک چھا گئے ، دارالعلوم، دارالکتب، ہاسپٹل، عمارتیں، محلات، پل، تالاب، باغات، اور رفاہِ عام کے اداروں سے اپنے علاقوں کو سجا دیا، ہر طرف سڑکوں کا جال بچھا دیا، بنگال سے ملتان تک کا ’’جی ٹی روڈ‘‘ مسلمان بادشاہ شیر شاہ سوری کا ہی تعمیر کردہ ہے۔ یہی نہیں بہت ساری حیرت انگیز سائنسی ایجادات کی بنیاد

مسلمانوں ہی کی فراہم کردہ ہے۔

ول ڈیوران نے اعتراف کیا ہے کہ: ''اسپین کے ایک مسلم سائنس داں نے جس کا نام **ابن فرناس** تھا تین چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو محو حیرت کر دیا (۱) عینک کا چشمہ (۲) وقت بتانے کی گھڑی (۳) ایک مشین جو ہوا میں اڑتی تھی [یعنی طیارہ]'' (اتج آف فیتھ، ص ۲۹۸)

عظیم جغرافیہ داں **ابوعبداللہ ادریسی** جن کا نام لئے بغیر ''فن جغرافیہ'' کے موجدین کی تکمیل نہیں ہوسکتی انہوں نے چاندی کا ایک ایسا ''گلوب'' تیار کیا تھا جس میں پہاڑ، دریا جنگل سب دکھائے گئے تھے۔ ۱۱۵۴ء میں آپ نے جغرافیہ میں ایک نہایت اہم کتاب ''**نزھة المشتاق فی اختراق الآفاق**'' کے نام سے لکھا جو ۳۰۰ر سال تک یورپ کی یونیورسٹیز میں داخل نصاب رہی۔

ایس پی اسکاٹ لکھتا ہے: ''وہ یورپ جو اندھیریوں میں تھا ابن رشد کے فلسفہ...... ابن بیطار کے علم نباتات...... ابوالقاسم کے علم جراحی...... ابن العوام کے علم زراعت...... اور ابن الخطیب کے علم تاریخ سے آشنا ہو گیا...... یہ حقیقت ہے کہ عصر حاضر کی تمام ایجادات عربوں کے طفیل ہیں'' (اخبار الاندلس ترجمہ ہسٹری آف مورش امپائر، ج ۲، ص ۵۸ تا ۱۰۵)

(منقول از جادہ و منزل مقتبساً، ص ۲۵۷ تا ۲۶۲ مولفہ مولانا بدر القادری صاحب قبلہ)

سوال یہ ہے کہ آخر وہ کون سی وجوہات تھیں جن کی بنا پر ہم فاتح و غالب ہونے کے باوجود مفتوح و مغلوب ہوگئے۔ آیئے اسے سمجھنے کے لئے قرآن پاک کی بارگاہ میں حاضری دیں۔

ارشاد باری ہے: **اللھم ملٰک الملک تؤتی الملک من تشاء. الآیة** (سورہ آل عمران، ۲۶)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں عظیم الشان مفسر حضرت علامہ **اسمٰعیل حقی** علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''ایک روایت (حدیث قدسی) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں بلکہ بادشاہوں کے قلوب اور پیشانیاں میرے قبضہ قدرت میں ہیں ...... بندوں نے اگر میری اطاعت کی تو میں ان پر بے حد و حساب رحمت کروں گا...... اور اگر وہ نافرمانی کریں گے تو انہیں عذاب دوں گا ...... لہٰذا اے میرے بندو! بادشاہوں کو گالی دینے میں مشغول نہ رہو بلکہ میری طرف رجوع کرو تا کہ میں ان کو تم پر مہربان بنادوں۔

یہی مطلب ہے حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کا جو کہ آپ نے فرمایا: جیسے تمہارے کردار ہوں گے ویسے ہی تم پر حاکم مسلط کروں گا اگر تم میری اطاعت کرو گے تو تم پر تمہارے حاکم بھی مہربان ہوں گے اگر تم گناہ کرو گے تو تم پر ظالم و جابر حاکم مسلط ہوں گے‘‘ (روح البیان مترجم، ج ۲، نصف اول، ص ۱۹۵، ۱۹۶)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ ہماری کامیابی کا راز اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت میں ہے نہ کہ غیروں کی حیاباختہ، غیر شریفانہ تہذیب و کلچر کو بے سوچے سمجھے اپنانے میں۔

یہودی اور عیسائی صدیوں سے ہمیں زیر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اولاً انہوں نے ہمیں میدان جنگ میں زیر کرنا چاہا مگر چونکہ اس وقت ہمارا ایمان نہایت مضبوط اور عمل بہتر تھا تو ہم رحمت الٰہی سے تھوڑے ہونے کے باوجود غالب و فاتح رہے تب انہوں نے ہماری ذہنی تخریب کاری کا پروگرام بنایا جس کا طریقہ انہوں نے یہ طے کیا کہ مسلمان، مسلمان رہیں مگر ان کے دلوں سے اسلام کی محبت نکل جائے، اللہ پر سے بھروسہ اٹھ جائے، رسول اللہ ﷺ کی محبت، آپ کی بارگاہ کا ادب واحترام، آپ سے منسوب چیزوں کی تعظیم وتوقیر ختم ہو جائے، شرم وحیا سے ہم دور ہو جائیں۔ اللہ کا خوف، آخرت کی فکر مٹ جائے۔

ان کی جگہ دنیا کی محبت، خود غرضی ہمارے دلوں میں بسیرا کر لے، بے حیائی، بے غیرتی، بے مروتی، بے پردگی ہمارا اوڑھنا بچھونا بن جائے۔ ہماری صبح و شام اللہ و رسول (جل جلالہ و ﷺ) کی نافرمانی اور شیطان کو خوش کرنے میں گزرے۔

ہم اس پر نازاں تھے کہ ہمارا ماضی روشن ہے یہ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔ یاد رکھیے دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے دشمن تو چاہتا ہی یہی ہے کہ ہم خواب غفلت میں پڑے رہیں اور وہ اپنا کام کر جائے آنکھیں بند کر لینے سے حقائق ختم نہیں ہو جاتے، اپنی غلطی کو غلطی نہ ماننا بلکہ دوسرے کے غلط عمل کا سہارا لینا غلطی کو مٹاتا نہیں ہے بلکہ آئے دن غلطیوں میں اضافہ ہی کرتا ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنے آپ کو سنبھالیں اپنے عقیدے اور عمل کی حفاظت کریں تاکہ دنیا ملے یا نہ ملے کم از کم آخرت تو برباد نہ ہو ہمارا ایمان ہے کہ ہماری اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے وہاں کی بہتری کا دارو مدار عقیدے کی سلامتی پر ہے اگر عقیدہ درست ہے (یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان

کے نقش قدم پر چلنے والی جماعت ''اہل سنت والجماعت'' ہی کے مطابق ہمارے عقیدے ہیں) تو جنت ملے گی ورنہ جہنم۔

اور جنت میں بلندئ درجات کا تعلق صحیح اور بہتر عمل پر ہے۔ آج بے پردگی، بدنگاہی عام ہے جب کہ آقائے کریم ﷺ ایک مرتبہ اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرماتے ہیں کہ: عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آپ عرض کرتی ہیں کہ: نامحرم شخص اسے نہ دیکھے۔ اس جواب پر سرکار ﷺ نے انہیں گلے لگا لیا۔

کھانا پینا یقیناً انسان کی ضرورت ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے اندر کون سا کھانا جا رہا ہے، کس دانے سے ہمارا جسم پرورش پا رہا ہے۔ حلال یا حرام؟۔ یاد رکھیے انسان حرام لقمے سے کبھی بھی سیر نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا بڑا نقصان یہ ہے کہ حرام لقمہ انسان کو دین سے اور دور کر دیتا ہے۔

عبادت و بندگی میں بھی آج لاپرواہی انتہائی عام ہے اور جب تنبیہ کی جائے تو طرح طرح کے شیطانی بہانے بنائے جاتے ہیں ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضور! میں رات میں دیر تک کاروبار کرتا ہوں جس کی وجہ سے نماز فجر چھوٹ جاتی ہے ان بزرگ نے فرمایا:

میاں! ایسی روزی جو نماز چھوڑ کر ملے حرام حرام اشد حرام ہے۔

اونچی پوسٹ، لمبا چوڑا بزنس اور غیروں کے ہم پلہ ہونے کی خاطر ماڈرن ایجوکیشن میں بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے لیکن دین کا وہ علم جو ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے اس میں بے توجہی برتی جاتی ہے بلکہ معاذ اللہ ہلکا سمجھا جاتا ہے۔

بتائیے ان حالات میں کیا ترقی کرنا ہمارے لئے آسان ہے؟؟؟ ہرگز نہیں بلکہ ہماری ترقی اسی وقت ہوگی جب ہم اللہ و رسول کے ارشادات کے مطابق صحابہ و صالحین کی راہ کو اپنائیں گے۔ لیجیے صحابہ و صالحین کی راہ بتانے والے چند تحفے حاضر خدمت ہیں۔ ورق الٹیے اور دینا و آخرت کی کامیابی کے راز اور ترقی کے اصول حاصل کیجیے۔

طالب دعا

محمد حسان ملک نوری غفرلہ ولابویہ

۱۱ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

رسول خدا ﷺ کی نماز

از:۔حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب قبلہ دام ظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے: بیشک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے، اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن (آخرت) کی امید رکھتا ہو۔ (الاحزاب:۲۱، کنزالایمان)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھو۔ (بخاری)

آقا و مولیٰ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے شریعت اخذ کر کے ہم تک پہچانے کا فریضہ ائمہ اربعہ نے انجام دیا جن میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ سب سے اوّل ہیں کیونکہ آپ تابعی ہیں۔ آپ ۷۷ھ یا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تقریباً بیس صحابہ کا زمانہ پایا اور ان سے ملاقات کی۔ یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے سات صحابہ کرام سے بلا واسطہ احادیث سنی ہیں۔ (مقدمہ درمختار)

اہل علم کا اتفاق ہے کہ تابعی کا قول ''حدیث قولی'' ہے، اس کا فعل ''حدیث فعلی'' اور اس کا کسی کے قول یا فعل پر سکوت فرمانا ''حدیث تقریری'' ہے، تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا **قول، فعل اور سکوت** بھی ''حدیث'' قرار پایا گویا ''فقہ حنفی'' درحقیقت ''حدیث'' ہی ہے۔

غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ کے اس فرمان عالیشان سے امام اعظم کی فضیلت کا اندازہ لگائیے کہ: اگر ایمان ثریا ستارے کے نزدیک بھی ہو تو فارس کا ایک شخص اسے ضرور حاصل کر لے گا۔ (بخاری، مسلم)

امام سیوطی اور دیگر محدثین کرام نے اس حدیث سے امام ابو حنیفہ کی ذات با برکات مراد لی ہے کیونکہ بلاد فارس (ایران کے شہروں) سے کوئی بھی امام اعظم جیسے مقام پر نہیں پہنچ سکا۔

بعض کم علم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام اعظم سے بہت کم احادیث مروی ہیں اور انہوں نے حدیث کی کوئی کتاب نہیں لکھی لہٰذا ان کو حدیث کا علم نہیں تھا۔

یہ اعتراض نہایت لغو (بیکار) ہے۔ اگر بالفرض اسے مان لیا جائے تو معاذ اللہ لازم آئیگا کہ سیدنا ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر صحابہ کو بھی حدیث کا علم ہی نہ ہو کیونکہ ان اکابر صحابہ سے مروی احادیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مروی احادیث سے نہایت کم ہیں نیز کسی صحابی نے احادیث مبارکہ کو کتابی صورت میں جمع نہیں کیا۔

بعض کم علم وکم فہم یہ کہتے ہیں کہ صرف وہ احادیث معتبر ہیں جو بخاری میں ہیں ان کے سوا کوئی حدیث معتبر نہیں۔

یہ بات بھی بالکل غلط اور گمراہی ہے۔ کیا یہ نظریہ کسی آیت یا حدیث سے اخذ کیا گیا ہے یا یہ بات خود امام بخاری نے ارشاد فرمائی ہے؟...... ہر گز نہیں بلکہ امام بخاری کہتے ہیں کہ:

میں نے اپنی صحیح میں صرف صحیح حدیثوں کو جمع کیا ہے لیکن کثیر تعداد میں صحیح حدیثوں کو روایت نہیں بھی کیا ہے۔ (مقدمہ مشکوٰۃ)

اور فرماتے ہیں: میں نے ایک لاکھ صحیح حدیثیں حفظ کیں اور دو لاکھ غیر صحیح (یعنی حسن ،ضعیف وغیرہ) احادیث یاد کیں۔

مقام غور ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ۷۲۷۵ر احادیث روایت کیں جن میں متعدد احادیث مکرر (یعنی ایک سے زائد بار) آئی ہیں۔ اگر تکرار کو حذف کر دیا جائے تو صرف ۴۰۰۰ر احادیث باقی رہ جاتی ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ امام بخاری، امام شافعی کے مقلد تھے اس لئے انہوں نے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صحیح بخاری میں وہ احادیث جمع کیں جو مذہب شافعی پر دلیل ہیں۔ اگر صحیح بخاری کی کل احادیث کو امام بخاری کے ارشاد کے مطابق ایک لاکھ صحیح احادیث سے نکال لیا جائے تب بھی ۹۲۷۲۵ر صحیح احادیث کا عظیم ذخیرہ باقی رہ جاتا ہے جسے امام بخاری نے روایت نہیں کیا۔

یونہی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ:

میں نے اس کتاب (صحیح مسلم) میں جو احادیث جمع کیں وہ صحیح ہیں لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ جن احادیث کو میں نے چھوڑ دیا وہ ضعیف ہیں۔

امام بخاری وامام مسلم کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ کسی حدیث کا بخاری یا مسلم میں

نہ ہونا ہرگز اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔اصل بات یہ ہے کہ اصول وضوابط کے مطابق اگر وہ حدیث ضعیف ہے تو بخاری و مسلم میں ہونے کے باوجود ضعیف ہوگی اور اگر راوی قوی ہیں تو وہ حدیث صحاح ستہ کے علاوہ کسی اور کتاب میں مروی ہے،تو وہ حدیث ہرگز ضعیف نہ ہوگی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دوسرے ائمہ نے بھی صحیح احادیث جمع کی ہیں جیسے صحیح ابن خزیمہ......صحیح ابن حبان...... مستدرک للحاکم یہ سب کتب صحیح احادیث پر مشتمل ہیں۔علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں احادیث کی پچاس سے زائد کتب کا ذکر کیا ہے جو صحیح ،حسن اور ضعیف احادیث پر مشتمل ہیں۔ (مقدمہ مشکوۃ)

امام اعظم کا ارشاد ہے:

جو حدیث صحیح ہو وہی میرا مذہب ہے۔(شامی، ج۱،ص۵۰)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب صحیح احادیث کے مطابق ہے۔حدیث کا ضعیف ہونا راوی کی وجہ سے ہوتا ہے چونکہ آپ نے بلا واسطہ صحابہ کرام سے احادیث سنیں یا تابعین سے، اس لئے امام اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچنے والی سب حدیثیں صحیح ہیں۔

محدث علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

امام اعظم نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) سے زائد احادیث مبارکہ بیان کی ہیں اور چالیس ہزار (۴۰،۰۰۰) احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔(مناقب الامام بذیل الجواھر، ج۲ص۴۷۴)

علم حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی احتیاط کے متعلق امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۷ھ) یوں گواہی دیتے ہیں کہ

:میں نے حدیث میں جیسی احتیاط امام ابوحنیفہ کے یہاں دیکھی وہ کسی دوسرے میں نہ پائی، (مناقب الامام الاعظم، ج۱ص۱۹۷)

امام اعظم کے اجتہاد کے متعلق حافظ ابن حجر مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ سب سے پہلے قرآن کریم میں حکم تلاش کرتے......اگر نہ ملتا تو سنتِ

رسول اللہ ﷺ میں دیکھتے......اگر دونوں میں حکم نہ پاتے تو صحابہ کے اقوال سے رہنمائی لیتے...... اگر ان اقوال میں اختلاف ہوتا تو اس قول کو لیتے جو قرآن وسنت سے زیادہ قریب ہوتا......اگر کسی صحابی کا قول بھی نہ ملتا تو تابعین کی طرح خود اجتہاد کرتے۔(الخیرت الحسان،ص ۲۶)

اب چند احادیث پیش خدمت ہیں جو مذہب حنفی کے مطابق طریقہ نماز پر دلیل ہیں

ا:۔تکبیر تحریمہ کے وقت......کانوں تک ہاتھ اٹھائیں

☆ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:رسول کریم ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے یہاں تک کہ وہ دونوں کانوں کے برابر ہو جاتے۔(صحیح مسلم،ج اص ۱۶۸،نسائی ج اص ۱۰۲،ابن ماجہ ص ۶۲)

☆ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔(صحیح مسلم،ج اص ۱۷۳،مسند امام اعظم،ص ۸۶)

☆ اس حدیث کو نسائی،طبرانی،دار قطنی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔(زجاجۃ المصابیح **باب صفۃ الصلوۃ**،ج اص ۵۶۹)

☆ حضرت عبدالجبار بن وائل رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد نے دیکھا کہ:سرکار دو عالم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اس قدر بلند کرتے کہ آپ کے ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابل ہو جاتے (نسائی ج اص ۱۰۲،ابوداؤد ج اص ۱۰۴،سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۲۵)

☆ امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی اور فرمایا:اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق ہے اور اس میں کوئی ضعیف نہیں ہے۔(مستدرک للحاکم ج ا ص ۲۲۶،سنن دار قطنی ج اص ۳۴۵)

☆ حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:جب تم نماز ادا کرو تو ہاتھوں کو کانوں کے برابر کرو اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ ہاتھوں کو سینے کے برابر کریں۔(نماز حبیب کبریا ،ص ۹۷ بحوالہ معجم کبیر طبرانی،ج ۲۲ص ۱۸)

۲:۔نماز میں ہاتھوں کو......ناف کے نیچے باندھیں

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف

کے نیچے رکھا جائے۔(ابوداؤد مطبوعہ مصر ج اص ۴۸۰، مسند احمد ج اص ۱۱۰، سنن دار قطنی ج اص ۲۸۶، سنن الکبریٰ ج ۲ص ۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۹۱، زجاجۃ ج اص ۵۸۴)

☆حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ: آپ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف نیچے رکھے ہوئے ہیں۔اس حدیث کی سند قوی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۹۰، زجاجۃ المصابیح ج اص ۵۸۴)

☆حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ میں آقا و مولیٰ ﷺ کو ضرور دیکھوں گا کہ وہ کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہہ کر اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھا کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے جوڑ کر پکڑ لیا اور دائیں ہاتھ کی باقی تین انگلیاں کلائی پر تھیں۔(سنن نسائی، زجاجۃ المصابیح، ج اص ۵۸۳)

۳:۔امام کے پیچھے قرأت کرنا......منع اور ناجائز ہے

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔(الاعراف:۲۰۴، کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

☆حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس (مذکورہ بالا) آیت کریمہ سے واضح ہے کہ جب نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔

☆جمہور صحابہ و تابعین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ نماز سے متعلق ہے یعنی مقتدی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔(تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر روح المعانی ،زجاجۃ المصابیح **باب القرأة فی الصلوة**)

☆اس آیت کریمہ میں دو مستقل حکم دیے گئے ہیں: اوّل یہ کہ قرأت کان لگا کر سنو۔ یہ حکم جہری نمازوں سے متعلق ہوگا......اور دوم یہ کہ قرأت کے وقت خاموش رہو۔ یہ سرّی نمازوں سے متعلق رہے گا اور یہی حنفی مذہب ہے۔(زجاجۃ المصابیح، ج اص ۶۱۵)

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آقائے کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔امام مسلم نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے۔(صحیح مسلم، ج اص ۱۷۴)

☆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم ﷺ نے نماز سکھائی اور فرمایا: جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (صحیح مسلم، ج ا ص ۱۷۴)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (ابوداؤد ج ا ص ۸۹، نسائی ج ا ص ۹۳، ابن ماجہ ص ۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶)

☆ یہ حدیث صحیح ہے امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ج ا ص ۶۲۸)

☆ امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۲۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۲ ص ۱۳۹)

☆ مشہور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت نہ کی جائے (خواہ وہ نمازی جہری ہو یا سرّی)۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۲۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ا ص ۳۷۶)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب تم امام کے پیچھے نماز پڑھو تو تمہیں امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھو تو قرأت کرو۔ (موطا امام مالک باب **ترك القرأة خلف الامام** ص ۶۸، موطا امام محمد ص ۹۴)

☆ حضور ﷺ نے فرمایا: جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔
(مسند امام اعظم ص ۱۰۲، ابن ماجہ ص ۶۱، سنن دار قطنی ج ا ص ۳۲۴، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۹، مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۶)

☆ امام محمد، دار قطنی اور بیہقی نے اس حدیث کو امام اعظم سے روایت کیا ہے اور اس کی سند ''حسن'' ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کے راوی بخاری و مسلم کی شرط کے موافق ہیں۔ (زجاجۃ المصابیح، ج ا ص ۶۳۳)

مذکورہ آیت قرآنی اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کی قرأت ہی مقتدیوں کی قرأت ہے۔

۴:۔امام اور مقتدیوں کو آمین......آہستہ کہنا سنت ہے

فرمان الٰہی ہے: اپنے ربّ سے دعا کرو عاجزی سے اور آہستہ آواز میں۔(الاعراف:۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ دعا آہستہ آواز میں مستحب ہے۔آمین کے معنی ہیں: اے اللہ! اسے قبول فرما۔پس آمین دعا ہے اور اسے آہستہ ہی کہنا چاہئے۔

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے اگلے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔(صحیح بخاری ج۱ص۱۰۸،صحیح مسلم ج۱باب التسمیع والتحمید و التامین)

☆اس مشہور حدیث میں فرشتوں کے موافق آمین کہنا مذکور ہے۔سوال یہ ہے کہ فرشتوں کا آمین کہنا بلند آواز سے ہے یا آہستہ؟ یقیناً فرشتوں کا آمین کہنا آہستہ ہے اس لئے موافقت کی یہی صورت ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے۔یہی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

☆حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: سرکار دو عالم ﷺ نے جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آہستہ آواز میں آمین کہی۔(جامع ترمذی،ج۱ص۶۳)

☆اسے امام حاکم،امام احمد،ابوداؤد الطیالسی،ابویُعلیٰ،طبرانی اور دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔امام حاکم نے کہا: یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔(مستدرک للحاکم ج۲ص ۲۳۲،زجاجۃ المصابیح ج۱ص۶۵۲)

☆حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہئے ثناء (سبحانک اللھم)،تعوذ (اعوذ باللہ)،تسمیہ (بسم اللہ) اور آمین۔(مصنف عبدالرزاق،ج۲ص۸۷)

☆حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام چار چیزیں آہستہ کہے: ثناء،تعوذ،تسمیہ اور آمین۔امام محمد بن حسن نے فرمایا: یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔(کتاب الاثار ص ۱۶،مصنف عبدالرزاق ج۲ص۸۷،مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۵۳۶)

۵:۔نماز میں رفع یدین......جائز نہیں،منسوخ ہے

☆حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آقا و مولیٰ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم نماز کے دوران رفع یدین کرتے ہو جیسے سرکش گھوڑے اپنی دُم میں

ہلاتے ہیں، نماز سکون سے ادا کیا کرو۔ (صحیح مسلم ج۱ص۱۸۱، سنن ابوداؤد ج۱ص۱۵۰، سنن نسائی ج۱ص۱۷۶)

☆ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول کریم ﷺ کی طرح نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں ہاتھ نہ اٹھائے۔ (سنن ابوداؤد ج۱ص۱۰۹، سنن نسائی ج۱ص۱۶۱، شرح معانی الآثار ج۱ ص۱۳۲، مصنف عبدالرزاق ج۲ص۱۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۳۶)

☆ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور نبی کریم ﷺ کے متعدد صحابہ اور تابعین کرام اسی کے قائل ہیں۔ (جامع ترمذی، ج۱ص۵۹)

☆ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے اور پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ (ابوداؤد ج۱ص۱۰۹، شرح معانی الآثار ج۱ ص۱۳۲، سنن دارقطنی ج۱ص۲۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۳۶)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آقا و مولیٰ ﷺ، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، ان میں سے کسی نے بھی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کیا۔ (سنن دارقطنی ج۱ص۲۹۵، سنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۸۰)

☆ امام بخاری کے استاد امام ابوبکر ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۳۶، سنن الکبریٰ **للبیہقی** ج۲ص۸۰)

☆ امام طحاوی نے اس کی سند کو صحیح فرمایا ہے۔ علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔ رفع یدین کا منسوخ ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ثابت ہو چکا تھا جبھی تو آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار **باب التکبیرات**، زجاجۃ المصابیح ج۱ص۵۷۸)

☆ امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) کے استاد امام حمیدی (متوفی ۲۱۹ھ) روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: رسول کریم ﷺ نماز شروع کرتے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور پھر رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرتے۔ (مسند حمیدی ج۲ص۲۷۷)

☆ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام طحاوی نے فرمایا: یہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا (جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے) پھر خود انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا کیونکہ وہ منسوخ ہو گیا تھا۔ (شرح معانی الآثار ج۱ ص۱۳۳، زجاجۃ ج۱ ص۵۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۳۷)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ دس صحابہ کرام جنہیں آقا و مولی ﷺ نے جنت کی بشارت دی، یعنی عشرہ مبشرہ میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ (عمدۃ القاری شرح البخاری ج۵ ص۲۷۲)

☆ حضرت محمد بن عمر بن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ہم نے رسول خدا ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں تم سے زیادہ آقا و مولیٰ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور کمر کو برابر کرتے پھر رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ آ جاتا۔ پھر آپ سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو زمین پر بچھائے بغیر رکھتے اور ان کو پہلوؤں سے نہ ملاتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھتے۔ آپ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔ (صحیح بخاری ج۱/ **باب سنة الجلوس فی التشهد**)

صحیح بخاری کی اس حدیث میں صحابی رسول ﷺ نے حضور ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا اور رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا: میں تمہیں رسول اکرم ﷺ کی نماز سکھاؤں گا جو آپ ہمیں مدینہ منوّرہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ پس مردوں نے ان کے نزدیک صف باندھی پھر مردوں کے پیچھے بچوں نے صف باندھی پھر ان کے پیچھے عورتوں نے صف باندھی۔ پھر کسی نے اقامت کہی تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہی۔ پھر سورہ فاتحہ اور اسکے ساتھ کوئی سورہ خاموشی سے پڑھی پھر تکبیر کہہ کر

رکوع کیا اور تین بار تسبیح پڑھی۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح پہلی رکعت میں چھ تکبیریں ہوئیں۔ پس جس وقت نماز پڑھا چکے تو لوگوں سے فرمایا: میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع وسجود سیکھ لو کیونکہ یہ آقائے کریم ﷺ کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ (مسند احمد ج۵ ص۳۴۳، مجمع الزوائد ج۲ ص۱۳۰)

اس حدیث میں بھی جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا اور فرمایا: یہ مدینے والی نماز ہے۔ اس میں رفع یدین کا کہیں ذکر نہیں جس سے ثابت ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

۶:۔نماز وتر......تین رکعت ہیں

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد ادا نہیں فرماتے تھے۔ آپ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے، ان کا حسن اور طوالت نہ پوچھو پھر آپ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے، ان کا حسن اور طوالت نہ پوچھو۔ پھر آپ تین رکعت (وتر) ادا فرماتے۔ (صحیح بخاری کتاب التھجد ج۱ ص۱۵۴، صحیح مسلم ج۱ ص۲۵۴)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ دو دو رکعت کر کے چھ رکعت (تہجد) پڑھی اور اس کے بعد آپ نے تین رکعت وتر ادا کئے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۲۶۱)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ امام ترمذی نے کہا: اہل علم صحابہ وتابعین کرام کا یہی مذہب ہے۔ (جامع ترمذی ابواب الوتر ج۱ ص۱۱۰، زجاجۃ المصابیح باب الوتر ج۲ ص۲۶۳)

☆ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سرکار دو عالم ﷺ نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکفرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی باب القرأۃ فی الوتر، ج۱ ص۱۷۵)

☆ حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

پوچھا: رسول کریم ﷺ کتنی رکعت وتر پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: چار اور تین...... چھ اور تین...... آٹھ اور تین...... دس اور تین...... آپ نے طاق رکعت تیرہ سے زائد نہیں پڑھیں اور سات سے کم نہیں۔ (ابوداؤد ج ا باب فی **الصلوۃ اللیل**، طحاوی **باب الوتر**)

یعنی حضور ﷺ کبھی چار رکعت تہجد اور تین وتر ادا کرتے، کبھی چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر ادا فرماتے، کبھی آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر ادا فرماتے اور کبھی دس رکعت تہجد اور تین رکعت وتر ادا فرماتے۔ اس طرح مجموعی تعداد کم از کم ۷ اور زیادہ سے زیادہ ۱۳ ہوتی۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول معظم ﷺ نماز وتر ادا کرتے ہوئے دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی جلد اول **باب کیف الوتر بثلاث**)

☆ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آقا و مولیٰ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ امام حاکم نے کہا: یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (مستدرک للحاکم **کتاب الوتر** ج ا ص ۳۰۴)

۷:۔نماز تراویح...... بیس رکعت ہے

ماہ رمضان المبارک میں روزانہ بعد عشاء بیس رکعت نماز تراویح ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

''تراویح'' ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی ''استراحت و آرام'' کے ہیں۔ چونکہ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر آرام کیا جاتا ہے اس لئے اسے ''تراویح'' کہتے ہیں۔ عربی میں جمع کا اطلاق دو سے زائد پر ہوتا ہے۔ نماز تراویح اگر آٹھ رکعت ہوتی تو دو ترویحے ہونے کے باعث اسے ''**ترویحتین**'' کہا جاتا لیکن چونکہ یہ بیس رکعت یعنی پانچ ترویحے ہیں اس لئے انہیں ''تراویح'' کہا جاتا ہے۔

☆ حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں لوگ تئیس (۲۳) رکعت (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) ادا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک **باب ماجاء فی قیام رمضان**، ص ۹۸)

☆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح ادا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث کی اسناد صحیح ہیں۔ (سنن الکبریٰ، ج ۲ ص ۴۹۶، مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۱)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول معظم ﷺ ماہ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت تراویح اور نماز وتر ادا فرماتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴، زجاجۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۰۷)

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا امام مقرر کیا اور وہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ (سنن ابو داؤد ج اص ۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

☆ امام ترمذی فرماتے ہیں: اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور رسول کریم ﷺ کے دیگر صحابہ سے مروی ہے۔ (جامع ترمذی ج اص ۱۳۹)

بخاری کی جس روایت کو غیر مقلد آٹھ تراویح کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے گیارہ رکعت نماز ادا کی۔ اس سے مراد آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر ہیں۔ یہ حدیث وتر کے بیان میں ہم تحریر کر چکے۔ ہمارے موقف کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے یہ حدیث تہجد کے عنوان کے تحت درج کی نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان اور غیر رمضان میں آپ نے گیارہ رکعت سے زائد ادا نہیں کیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آٹھ رکعت وہ ہیں جو حضور ﷺ تمام سال ادا فرماتے تھے۔

۸:۔ نماز جنازہ میں..... قرأت جائز نہیں

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا کوئی اور سورت بطور قرأت جائز نہیں، اس میں ثناء، درود اور دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔ اگر سورہ فاتحہ بطور حمد وثناء پڑھے تو حرج نہیں۔

☆ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ (موطا امام مالک **باب ما یقول المصلی علی الجنازۃ**، ص ۲۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳ ص ۲۹۹)

☆ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ: نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرنی چاہئے نماز جنازہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا ہے اور پھر میت کے لئے دعا مانگنا ہے۔ (جامع ترمذی **ابواب الجنائز** ج اص ۱۹۹)

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں قرآن کریم سے کچھ مقرر نہیں فرمایا۔ (زجاجۃ المصابیح کتاب الجنائز)

☆ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میت پر نماز جنازہ پڑھتے وقت پہلی تکبیر کہی جائے تو ثناء پڑھی جائے، دوسری تکبیر پر آقا و مولیٰ ﷺ پر درود اور تیسری تکبیر پر میت کے لئے دعا پڑھی جائے اور چوتھی تکبیر پر سلام پھیر لیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

علامہ مفتی عبد الرزاق چشتی بھترالوی مد ظلہ کے قلم سے

امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث سے اپنے مذہب کو قائم کیا ان کو ضعیف کہنا اور ثابت کرنا کسی غیر مقلد سے ثابت ہی نہیں ہوسکتا۔ جن راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ان احادیث کو ضعیف کہا جاتا ہے وہ اس وقت پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کو دلیل مانا۔

وجہ اصل یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں کے مولفین (حدیثوں کو جمع کرنے والے) امام اعظم کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کو حدیثیں زیادہ واسطوں سے ملی ہیں ان میں کوئی راوی ضعیف بھی ہوتا ہے اگر انصاف کرنا ہو تو اس راوی کا سن پیدائش اور سن وفات دیکھا جائے پھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ دیکھا جائے اور اندازہ کیا جائے کہ یہ راوی اس وقت پیدا ہوا تھا یا نہیں۔ اگر پیدا ہی نہیں ہوا تھا تو اس کی وجہ سے امام اعظم کی دلیل کیسے ضعیف ہو گئی؟

انسان اگر معمولی علم بھی رکھتا ہو یہ بات سمجھنے میں اسے مشکل پیش نہیں آئے گی کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا سن پیدائش ۸۰ھ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا سن پیدائش ۹۰ھ ہے اس لئے یہی پہلے ہیں۔ کیونکہ امام اعظم تابعی ہیں اور امام مالک تبع تابعی ہیں (اور یہ دونوں رفع یدین کے قائل نہیں)۔ جن حضرات نے صحابہ کرام یا تابعین کا زمانہ پایا ان کو رفع یدین کی ممانعت پر صحیح احادیث مل گئیں اس لئے انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے بھی بعد میں ہیں۔ ان تک جب یہ احادیث پہنچیں تو بعض اور راویوں کا بھی اضافہ ہوا جن پر ان کو اعتماد نہیں ہوا تو انہوں نے رفع یدین کا قول کر دیا۔ (نماز حبیب کبریا، صفحہ ۱۶۶، ۱۷۰)

امام اعظم کی فضلیت ......ائمۂ دین کی نظر میں

☆امام اعظم کی عظمت کی گواہی، جرح وتعدیل کے ناموَر امام محدث یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے آپ فرماتے ہیں کہ :جلیل القدر عالم چار ہیں:(۱)سفیان ثوری،(۲) ابوحنیفہ ،(۳) مالک۔اور(۴)اوزاعی۔رحمۃ اللہ علیہم (البدایہ والنھایہ،ج۱/۱۱۶)

☆امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:ابوحنیفہ کو یہ مقام حاصل تھا کہ اگرستون کو دلائل سے ثابت کرنا چاہیں کہ یہ سونے کا ہےتو کر سکتے تھے۔(تاریخ بغداد ج۱۳،ص۳۳۷)

☆امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:یوں نہ کہو کہ یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے۔(ذیل الجواھر ج۲،ص۴۶۰)

☆امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو امام اعظم کے مذہب کی تحقیق کرے گا اُسے سب سے زیادہ احتیاط والا پائے گا جو اس کے سوا کہے وہ جاہل ہے۔(کتاب المیزان،ج۱ص۶۳)

☆امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زمین پر سب سے بڑے فقیہ ہیں۔(الخیرات الحسان،ص۳۲)

☆امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بہت عمدہ بات کہی ،فرمایا: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔(تاریخ بغداد،ج۱۳،ص۳۴۶،تذکرۃ الحفاظ،ج۱،ص۱۵۱)

☆حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ''کشف المحجوب ''میں فرماتے ہیں کہ :یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ: میں نے آقا ومولی ﷺ کا خواب میں دیدار کیا تو عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ ارشاد فرمایا: ابوحنیفہ کے علم میں۔

(خواتین اور دینی مسائل،ص۱۶۰،علامہ سید شاہ تراب الحق قادری)

شرک کی حقیقت

از:۔حضرت علامہ مفتی آصف عبداللہ قادری صاحب قبلہ

عظمت قرآن :۔قرآن کریم وہ پیاری کتاب ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں،قرآن کریم واضح دلیل اور نور ہے،قرآن شفا ہے،قرآن سارے جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے،قرآن کریم پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے،قرآن مفصل کتاب ہے ،قرآن مبارک ہے،قرآن کریم ہے،قرآن ہر خشک وتر چیز کا بیان ہے،قرآن پاک نے ہمیشہ غور وفکر کی دعوت پیش کی ، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے کی ترغیب دلائی لیکن ہر پڑھنے والا،قرآن پاک میں سطحی نظر کرنے والا ، یہ نہ سمجھے کہ کلام الٰہی عزوجل کی تلاوت کرنے والے تمام ہی افراد مقصد کو پالیں گے۔نہیں قطعاً ایسا نہیں۔خود قرآن کریم نے اس کی وضاحت کی چنانچہ ارشاد ہوا۔

یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا (سورہ بقرہ،۲۶)

ترجمہ:۔بہت سے لوگ اس قرآن سے گمراہ ہوجاتے ہیں اور بہت سے لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ بہت سے لوگ قرآن پڑھ کر گمراہ کیوں ہوتے ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟......اس کی وجہ علماء علیہم الرحمہ نے یہ بیان کی کہ وہ قرآن مجید کو پڑھتے تو ہیں لیکن ان کا دل نور قرآن سے منور نہیں ہوتا ہے وہ قرآن کی آیتوں کا غلط معنی و مفہوم سمجھ لیتے ہیں،غلط ترجمہ اور غلط مفہوم کی وجہ سے وہ گمراہ ہوجاتے ہیں۔

نور قرآن سے محروم لوگ :۔ایسا ہی ایک گروہ وہ گزرا جس نے قرآن کریم کی ایک آیت پر نظر کرتے ہوئے دوسری آیت کا انکار کردیا اس گروہ کے تفصیلی حالات بخاری ،مسلم ،ابن ماجہ اور دیگر احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔علامہ امام عبدالرحمٰن بن جوزی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جن کا سن وصال ۵۹۷ھ ہے آج سے تقریباً آٹھ سو سال قبل آپ نے مشہور ومعروف کتاب ’’**تلبیس ابلیس** ‘‘لکھی یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔اس کتاب میں آپ خارجیوں کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: خارجی وہ لوگ تھے جو حضرت علی

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زمانے میں ظاہر ہوئے یہ کلمہ بھی پڑھتے تھے نمازیں بھی پڑھتے تھے قرآن کی تلاوت بھی کرتے تھے اور اس کثرت سے اللہ عزوجل کی عبادت کرتے تھے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس گروہ کو دیکھا تو فرمایا۔

لم ارقط اشد منهم اجتهادا جباههم قرحة من السجود

ترجمہ:۔ میں نے ان سے بڑھ کر عبادت میں کوشش کرنے والی کوئی قوم نہ دیکھی ۔سجدوں کی کثرت سے ان کی پیشانیوں پر زخم پڑ گئے تھے۔

لیکن قرآن مجید کو غلط سمجھنے کی وجہ سے یہ لوگ ایسے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر شرک کا الزام لگا دیا۔اور کہنے لگے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام سے خارج ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) وہ جس آیت کو بنیاد بناتے تھے وہ قرآن مجید فرقان حمید کی یہ آیت ہے۔

ان الحكم الا لله (سورہ انعام، آیت ۵۷)

ترجمہ:۔ فیصلہ کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ایک جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے کسی کو فیصلہ کرنے والا مقرر کیا تو خارجی کہنے لگے کہ فیصلہ کرنے والا تو اللہ عزوجل ہے حالانکہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں جو خارجیوں نے سمجھا بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی طور پر فیصلہ کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے حقیقی ''**حَکَمْ**'' وہی ہے اور جو شخص انسانوں میں سے فیصلہ کرے تو اسے چاہیے کہ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ کرے حقیقی فیصلہ کرنے کا اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے لیکن خارجی یہ بات نہ سمجھ سکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا محبت والا مناظرانہ انداز:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما گئے اور ان سے پوچھا کہ: کیا بات ہے تم صحابہ کرام علیہم الرضوان پر شرک کا الزام لگاتے ہو، اُنہیں مشرک کہتے ہو؟ تو خارجی جو اللہ تعالیٰ کی کثرت سے عبادت بھی کرنے والے تھے، بظاہر کلمہ پڑھنے والے تھے لیکن جب قرآن کو غلط

سمجھنے کی وجہ سے گمراہ ہوئے تو وہ کہنے لگے: جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: فیصلہ کرنے والا وہی ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیسے فیصلہ کرنے والا مقرر کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں قرآن سے ثابت کردوں کہ انسانوں میں فیصلہ کرنے والا مقرر کیا جاسکتا ہے تو کیا تم اپنی بات سے رجوع کرلو گے؟ تو وہ کہنے لگے: ہاں ہم رجوع کرلیں گے تو آپ رضی اللہ عنہما نے سورۃ النساء کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ و حکما من اھلھا(سورہ نساء،۳۵)

ترجمہ:۔ جب میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوجائے اور تم ان میں صلح چاہو تو ان کے تنازع کو حل کرنے کے لئے ایک حکم (فیصلہ کرنے والا) شوہر کی طرف سے مقرر کیا جائے اور دوسرا حکم (فیصلہ کرنے والا) بیوی کی طرف سے مقرر کیا جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: اے خارجیو! ذرا سوچو کہ رب العالمین عزوجل دو حکم (فیصلہ کرنے والا) کے تقرر کا فرمارہا ہے تو اگر اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کو فیصلہ کرنے والا مقرر کرنا شرک ہوتا تو قرآن کبھی بھی اس کی دعوت نہ دیتا اور **ان الحکم الا للہ** سے مراد یہ ہے کہ حقیقی فیصلہ کرنے والا تو اللہ عزوجل ہی ہے۔

کتنا پیارا انداز تھا مگر افسوس خارجیوں کی اکثریت اپنی ضد پر قائم رہی صرف چند خارجی ایسے تھے جنھوں نے توبہ کی۔

ایک طرف فرمایا گیا: فرمادیجئے میرے لئے اللہ عزوجل کافی ہے۔اور دوسری طرف فرمایا گیا کہ: اے نبی ﷺ آپ کو اللہ عزوجل بھی کافی ہے اور آپ کی پیروی کرنے والے نیک صالح مومنین بھی آپ ﷺ کو کافی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب اللہ عزوجل کافی ہے تو کسی اور کی کیا حاجت اور کیا ضرورت؟ اس کا جواب مفسرین نے بڑا پیارا دیا، فرمایا: جہاں یہ کہا جائے کہ ''اللہ عزوجل کافی ہے'' تو اس سے مراد یہ ہے کہ ''حقیقی طور پر سب کچھ دینے والا اللہ عزوجل ہی ہے'' اور جہاں کہا جائے کہ ''نیک مومنین کافی ہیں'' تو اس سے مراد یہ ہے کہ ''وہ اللہ عزوجل کی عطا سے کافی ہیں''۔

مثال ۲ پیارے بھائیو!

بسا اوقات یہ جملہ کہا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل سے سب کچھ ہونے کا یقین کرو اور جو اللہ عزوجل کے علاوہ غیر اللہ ہے اس سے کچھ نہ ہونے کا یقین رکھو یقیناً بلا شبہ تمام کام بنانے والی ذات تو اللہ عزوجل ہی کی ہے اس کی مرضی کے بغیر پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا لیکن اس گفتگو سے اگر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ دو جہاں کے آقا ﷺ بے اختیار ہیں (معاذ اللہ) اور یہ تصور دینے کی کوشش ہو کہ اللہ عزوجل کی عطا سے بھی حضور ﷺ نہ کچھ دے سکتے ہیں اور نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر یہ نظریہ ہو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ قرآن کی کئی آیتوں اور احادیث طیبہ کا انکار ہو جائیگا۔

حضور ﷺ کی شان محبوبیت:

بخاری و مسلم اور دیگر حدیث کی کتب میں تفصیلاً موجود ہے کہ میدان محشر میں لوگ نجات کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے انبیاء کرام علیہم السلام فرمائیں گے ''کسی اور کے پاس جاؤ'' اور پھر جب لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں گے تو حضور اہل محشر کی اس مشکل میں مدد فرمائیں گے اور فرمائیں گے'' **انا لھا انا لھا** '' میں ہی تمہاری شفاعت کروں گا تو اگر یہ عقیدہ رکھ لیا جائے کہ اللہ عزوجل کی دی ہوئی طاقت سے بھی نبی کریم ﷺ کچھ نہیں کر سکتے تو یہ مذکورہ بالا حدیث کا انکار ہے۔

یہ خارجی قوم جس غلط فہمی کا شکار ہوئی وہ غلط فہمی یہ تھی کہ انہوں نے یہ تصور کیا کہ حضرت علی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان مشرک ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے شرک کو سمجھا ہی نہیں تو آیئے پہلے ہم سمجھ لیں کہ ''شرک'' کسے کہتے ہیں۔

شرک کی تین قسمیں ہیں:

۱:۔شرک فی العبادت ۲:۔شرک فی الذات ۳:۔شرک فی الصفات

شرک فی العبادت : یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کو عبادت کے لائق سمجھا جائے جیسے مشرکینِ مکہ کہ انہوں نے خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔

شرک فی الذات : یہ ہے کہ کسی کو اللہ عزوجل جیسا تسلیم کرے جیسے مجوسی کہ وہ دو خداؤں کو مانتے ہیں۔

شرک فی الصفات: یہ ہے کہ کسی ذات وشخصیت میں اللہ عزوجل جیسی صفات مانی جائے۔

الحمد لله عزوجل مسلمان ہر قسم کے شرک سے محفوظ ہیں......نہ تو شرک العبادت میں مبتلا ہیں ...... نہ ہی شرک فی الذات میں مبتلا ہیں ......اور نہ ہی شرک الصفات میں مبتلا ہیں ......کیوں کہ وہ اللہ عزوجل کے سوا نہ ہی کسی کی عبادت کرتا ہے......نہ ہی کسی کو اس کے جیسا مانتا ہے......اور نہ ہی اس کی صفات جیسی صفات کسی میں تسلیم کرتا ہے۔

واضح رہے کہ شرک کی تیسری قسم شرک فی الصفات کا بغور سمجھنا انتہائی ضروری ہے شرک فی الصفات کی تعریف یہ بیان ہوئی ہے کہ جو اللہ کی صفات ہیں ایسی ہی صفات کسی اور میں تصور کرنا شرک فی الصفات ہے اس مکمل تفصیل ابھی عرض کی جاتی ہے پہلے شرک کی مذمت کا مطالعہ کیجئے۔

شرک کی مذمت: **ان الشرک لظلم عظیم** (پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت ۱۳)

ترجمہ:۔ بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔

ان الله لا یغفر ان یشرک به و یغفر مادون ذلک لمن یشاء (پارہ ۵ سورہ نساء ۴۸، ۱۱۶)

ترجمہ:۔ بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائے گا اور شرک کے علاوہ جو اور گناہ ہوں گے وہ چاہے گا تو معاف فرمادیگا۔

و من یشرک بالله فقد ضل ضللا بعیدا (سورہ نسا آیت ۱۱۶)

ترجمہ:۔ اور جس نے شرک کیا وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

و من یشرک بالله فقد افتری اثما عظیما (سورہ نساء آیت ۴۸)

ترجمہ:۔ جس نے شرک کیا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

تنگ نظری (الزام شرک) کا وبال: بلا شبہ مشرک ظلم عظیم کا مرتکب، مغفرت اور بخشش سے محروم ہے، صریح گمراہ، ہمیشہ جہنم میں سڑنے والا، بد بخت، نامراد اور یقیناً اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ مشرک کی مذمت بالکل حق ہے لیکن کسی مسلمان کو مشرک کہنا اور اس پر شرک کا ناحق الزام لگانا بہت بڑا گناہ ہے جو کسی مسلمان پر ناحق شرک کا الزام لگائے خود دائرۂ اسلام سے باہر ہو جائے گا۔ تفسیر ابن کثیر میں حدیث پاک ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص قرآن پڑھتا ہوگا قرآن کا نور اس کے چہرے پر

ہوگا اسلام پر عمل کرنے والا ہوگا مگر وہ قرآن کے نور سے محروم ہوجائے گا اور اسلام سے بھی دور ہوجائے گا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنے پڑوسی مسلمان پر شرک کا الزام لگائے گا۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: مشرک کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ الزام لگانے والا خود دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا کیوں کہ مسلمان شرک سے بری ہے اس پر شرک کا الزام لگانا گویا کہ اپنے آپ کو اسلام سے دور کرنا ہے۔

شرک فی الذات اور شرک فی العبادت کا سمجھنا تو آسان ہے لیکن شرک فی الصفات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ کو ابتدائی سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے معانی و مطالب کو غلط طریقے پر سمجھنے کی وجہ سے خارجیوں نے حضرت علی و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مشرک کہا، پاک نفوس پر شرک جیسا بہتان عظیم باندھا اور اس کے نتیجہ میں خود دائرۂ اسلام سے خارج ہوگئے۔ آیئے شرک فی الصفات کو قرآن پاک کے اصولوں کے مطابق سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ نور قرآن کی برکت سے شیطان لعین کے وار سے محفوظ رہ سکیں کیوں کہ شیطان لعین کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمان کسی بھی طرح قرآن کے صحیح اصولوں کو نہ سمجھ سکیں اور مسلمان کے دل و دماغ میں وہ اس فتنے (کہ جو الفاظ اللہ عزوجل کی صفات کے لئے استعمال ہوئے وہ بندوں کے لئے استعمال کرنا شرک کہلاتا ہے) کو شرک فی الصفات کا نام دے کر راسخ کردے حالاں کہ قرآن پاک میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں اللہ عزوجل اور اس کے محبوبین کے درمیان (بظاہر) لفظاً برابری پائی جاتی ہے لیکن شرک لازم نہیں آتا۔ شیطان مردود سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرتے ہوئے اللہ عزوجل کے فضل و کرم اور اس کے محبوب ﷺ کے صدقے چند قرآنی مثالوں کے ذریعے شیطان کے مکر و فریب کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مثال ۱:۔ ان اللہ بالناس لرء وف رحیم (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر رؤوف و رحیم ہے

غور کیجئے اللہ عزوجل رؤوف بھی ہے اور رحیم بھی ہے......اور قرآن مجید فرقان حمید میں دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ حریص علیکم بالمومنین رء وف رحیم

ترجمہ:۔بے شک تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول تشریف لائے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں (بھاری) ہے تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں، مومنوں پر رؤوف اور رحیم ہیں۔(پارہ گیارہ سورہ توبہ آیت ۱۲۸)

ایک طرف فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رؤوف ورحیم ہے دوسری طرف فرمایا جارہا ہے کہ رسول کریم ﷺ بھی رؤوف ورحیم ہیں تو ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابھی تو آپ نے کہا کہ شرک فی الصفات نام ہے صفات میں برابری کا تو یہ صفات تو ایک جیسی ہوگئیں اور دونوں قرآن کی آیتیں ہیں اور قرآن تو شرک سے دور کرتا ہے، دلوں کو شرک سے پاک کرتا ہے۔

یہاں مفسرین نے بہت ہی پیاری بات ارشاد فرمائی، فرمایا: رؤوف ورحیم اللہ عزوجل بھی ہے اور حضور ﷺ بھی ہیں لیکن برابری نہیں ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل کا رؤوف ورحیم ہونا ذاتی ہے حضور ﷺ کا رؤوف ورحیم ہونا اللہ عزوجل کی عطا سے ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ سے رؤوف ورحیم ہے اور حضور ﷺ رؤوف ورحیم ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ مقام ومرتبہ دیا۔جب یہ فرق ہوگیا تو برابری نہ رہی۔جب برابری نہ رہی تو شرک لازم نہ آیا۔

مثال ۲:۔قل لا یعلم من فی السمٰوٰت و الارض الغیب الا اللہ(پارہ ۲۰ سورہ نمل آیت ۶۵)

ترجمہ:۔تم فرمادو، جوکوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ عزوجل کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

اور قرآن پاک ہی میں ہے

عٰلم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول (پارہ ۲۹ سورہ جن آیت ۲۶،۲۷)

ترجمہ:۔غیب کا جاننے والا رب العالمین، غیب کا علم کسی کو نہیں دیتا مگر اپنے رسولوں کو پسند فرماتا ہے اور اُنہیں غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

دونوں آیتیں قرآن کی ہیں ان دونوں آیتوں کا مطلب مفسرین نے یہ فرمایا کہ: حقیقی طور پر غیب جاننے والا صرف اور صرف اللہ عزوجل ہے، اللہ عزوجل کی عطا کے بغیر کوئی کچھ نہیں جانتا اور جب اللہ تعالیٰ عطا فرمائے تو محبوب کریم ﷺ اللہ عزوجل کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں اللہ عزوجل بھی علم غیب کو جانتا ہے اور رسول ﷺ بھی غیب کے علم کو جانتے ہیں لیکن برابری نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور حضور ﷺ کا علم، اللہ عزوجل کی عطا سے ہے جب فرق ہوگیا تو برابری نہ ہوئی۔

قرآن مجید فرقان حمید سے اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے

مثال ۳ ذلک بان اللہ مولیٰ الذین امنوا (پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت ۱۱)

ترجمہ:۔ مسلمانوں کا مددگار اللہ عزوجل ہے

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فان اللہ ھو مولہ و جبریل و صالح المومنین (پارہ ۲۸ سورہ التحریم، آیت ۴)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ عزوجل ان کا مولیٰ مددگا ہے اور جبریل مولیٰ ہیں مددگار ہیں اور صالح مومنین مددگار ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مددگار ہے مولیٰ ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ عزوجل بھی مددگار ہے، جبریل بھی مددگار ہیں اور صالح مومنین بھی مددگار ہیں۔ دونوں آیتیں قرآن کی ہیں لہٰذا کوئی ٹکراؤ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ درحقیقت معاملہ یہ ہے اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے، مددگار ہے حقیقی طور پر، ذاتی طور پر...... اور جبریل اور صالح مومنین مددگار ہیں اللہ عزوجل کی عطا سے۔ لہٰذا برابری نہ رہی۔

انما و لیکم اللہ و رسولہ و الذین امنوا (پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۵۵)

ترجمہ:۔ اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اور ایمان والے تمہارے مددگار ہیں۔

اللہ عزوجل بھی مددگار ہے حضور ﷺ بھی مددگار ہیں نیک صالح مومنین بھی مددگار ہیں، بات وہی ہے کہ اللہ عزوجل ذاتی مددگار ہے حقیقی مددگار ہے اور رسول ﷺ کی مدد اور نیک مومنین کی مدد باذن اللہ عزوجل ہے اللہ عزوجل کی عطا سے ہے اللہ عزوجل کی عنایت سے ہے اور اللہ عزوجل کے کرم سے ہے حقیقی مددگار تو صرف اللہ عزوجل ہی ہے......رسول ﷺ اور نیک مومنین اللہ عزوجل کی مدد کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

یہاں پر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ کہہ دیا گیا کہ **انما ولیکم اللہ** (اللہ عزوجل تمہارا مددگار ہے) اور اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا **فان اللہ وھو مولہ** (اللہ عزوجل ہی ان کا مددگار ہے) تو جب اللہ عزوجل کے مددگار ہونے کا ذکر دیا گیا تو پھر رسول ﷺ کی مدد جبریل کی مدد اور مومنین کی مدد کا ذکر کیوں کیا گیا؟ کیا اللہ تعالیٰ کی مدد کافی نہیں ہے؟

جواب:۔ ہرگز یہ بات نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ قرآن یہ عقیدہ بیان کررہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مدد فرمائے گا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو مقام ومرتبہ اور بلندی عطا فرماتا ہے ان سے وابستہ رہیں گے اور ان کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو اللہ عزوجل کرم فرمائے گا اور ان کی دعاؤں کے صدقے ہمارا بیڑا پار فرمادیگا۔

مثال ۴ یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکور (پارہ ۲۵، سورہ شوریٰ، ۴۹)

ترجمہ:۔ اللہ عزوجل جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔

اس کے برعکس قرآن پاک میں دوسرے مقام کو دیکھیے کہ جب جبرئیل امین علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اس واقعہ کا تذکرہ قرآن میں اس طرح ہے۔

قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلماز کیا (پارہ ۱۶، سورہ مریم، ۱۹)

ترجمہ:۔ (جبریل امین) نے کہا میں تو صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا قاصد ہوں میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تجھے ستھرا اور پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

ایک طرف کہا گیا بیٹا اور بیٹی اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے دوسری طرف جبریل امین علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ میں تمہیں نیک صالح بیٹا عطا کروں۔ حقیقی طور پر عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جبریل امین جو عطا کررہے ہیں وہ اللہ کی عطا اور اس کی مرضی سے کررہے ہیں۔

مثال ۵ اللہ یتوفی الانفس (پارہ ۲۴، سورہ زمر، ۴۲)

ترجمہ:۔ اللہ عزوجل ہی جانوں کو موت دیتا ہے (روح قبض کرتا ہے)۔

زندگی موت دینے والا اللہ عزوجل ہی ہے اور قرآن ہی میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم (پارہ ۲۱، سورہ سجدہ ۱۱)

ترجمہ:۔ آپ ﷺ فرمایئے موت کے فرشتے حضرت ملک الموت تمہیں موت دیں گے۔

سوال یہ ہے کہ ایک طرف قرآن بیان کررہا ہے کہ موت حضرت عزرائیل علیہ السلام دیں گے اور دوسری طرف قرآن ہی بیان کررہا ہے کہ موت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے درحقیقت دونوں آیتوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، سمجھنا یہ ہے کہ حقیقی طور پر موت دینے والا اللہ عزوجل ہی ہے حضرت ملک الموت علیہ السلام اللہ عزوجل کی عطا سے باذن اللہ عزوجل یہ کام کرتے ہیں۔ مزید

آگے آنے والی قرآن کی آیت سے باذن اللہ کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے۔ بتایئے بیماروں کو شفا دینے والا کون ہے؟ یقیناً اللہ عزوجل......مردوں کو، کون زندہ کرتا ہے؟ یقیناً اللہ عزوجل......لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اعلان فرمارہے ہیں:

وابری الاکمه والابرص و احی الموتٰی باذن الله (پارہ۳، آل عمران، ۴۹)

ترجمہ:۔ اور میں اچھا کرتا ہوں اندھے اور کوڑھی کو اور میں مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے اذن سے۔

آپ نے خود یہ الفاظ بیان کیئے ''باذن اللہ'' عزوجل یعنی کرتا میں ہوں لیکن اللہ عزوجل کی عطا سے، اسی کے اذن سے تو جب عطائی اور ذاتی کا فرق ہوگیا تو برابری نہ ہوئی اور جب برابری نہ ہوئی تو شرک نہ ہوا۔

شیطان کی خود ساختہ توحید: شیطان لعین بھولے بھالے مسلمانوں کے دلوں میں اپنا خطرناک ترین وسوسہ پیدا کرتا ہے جس سے کئی مسلمانوں کو ایمان سے محروم کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے شیطان مردود کہتا ہے کہ: اگر کسی زندہ کو قریب سے مدد کے لئے پکارا جائے یا اُن اسباب کے تحت مدد مانگی جائے جو عادتاً انسان کے بس میں ہوں تو مدد مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ شرک تو جب ہوگا کہ دور سے وصال شدہ کو مدد کے لئے پکارے یا اُن اسباب کے تحت مدد مانگے جو عادتاً انسان کے بس میں نہ ہوں جنہیں ''مافوق الاسباب'' کہا جاتا ہے۔

پیارے بھائیو! یہ ہمیشہ یاد رکھئے کہ شیطان لعین ہمارا ازلی دشمن ہے یہ اپنے نت نئے ہتھکنڈوں کے ذریعہ ہمیشہ مسلمانوں میں تفرقہ و بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے یہ بھی اس کا جدید وار ہے اور اس کی خود ساختہ توحید ہے کہ قریب سے زندہ کو ''ماتحت الاسباب'' (یعنی وہ اسباب جو عادتاً انسان کے بس و ختیار میں ہوتے ہیں) مدد کے لئے پکارنا توحید ہے......اور دور سے وصال شدہ کو پکارنا یا ''مافوق الاسباب'' (یعنی وہ اسباب جو عادتاً انسان کے بس میں نہ ہوں) کسی سے کوئی کام کہنا یا مدد مانگنا معاذ اللہ شرک ہے۔

سیدھے سادھے اور بھولے بھالے مسلمان بھائیو! 1400 سال سے لیکر آج تک کسی محقق و مدبّر نے توحید کا یہ معنی بیان نہیں کیا کہ اگر کسی کو دور سے مدد کے لئے پکارے تو شرک اور قریب سے پکارے تو عین اسلام......زندہ کو پکارے تو عین توحید اور وصال شدہ کو پکارے تو اسلام

سے خارج ہو جائے اور تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جائے۔

یاد رکھئے! شرک کا تعلق زندہ، وفات شدہ...... قریب اور دور پر نہیں ۔ کیوں کہ اگر دور سے پکارنا ہی شرک ہو تو کیا کسی بت کو قریب سے پکارنا شرک نہیں ہوگا؟...... اسی طرح جو فرعون کو اِلٰہ سمجھ کر اسے پکارتے تھے وہ بھی مشرک ہی تھے اگر چہ فرعون زندہ اور قریب تھا...... وہ فرعون کو ماتحت الاسباب ہی پکارتے تھے...... شرک کا تعلق عقیدے سے ہے۔جس کو پکار رہا ہے اس کو الٰہ ،معبود اور خدا یقین کرتا ہے تو شرک ہے...... خواہ دور سے ہو یا نزدیک سے...... قریب سے ہو یا بعید سے...... ماتحت الاسباب ہو یا مافوق الاسباب ہو، وہ زندہ ہو یا وفات شدہ۔قرآن پاک میں ہے

لا تدع مع الله الها اٰخر (پارہ۲۰ سورۃ القصص آیت ۸۸)

ترجمہ:۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدا سمجھ کر مت پکارو۔

ھدایت سے محروم لوگ :بلاشبہ وہی لوگ ہدایت سے محروم ہیں جو تنگ نظر ہوتے ہیں حقیقت سے نا آشنا ہوتے ہیں اور رائے کے غلط ہونے کے باوجود اپنی رائے کو درست سمجھتے ہیں ایسا ہی ایک گروہ جو حقیقت سمجھنے سے نا آشنا رہا اور اس نے حضور ﷺ کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ مشرک کہا الامان الامان۔ مفسر شہیر حضرت علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ (سن وصال ۶۰۶ ھ) عالم اسلام کی مشہور ترین تفسیر کبیر میں نقل فرماتے ہیں۔

”**ان النبی ﷺ کان یقول من احبنی فقد احب الله و من اطاعنی فقد اطاع الله فقال المنا فقون لقد قارب ھذا الرجل الشرک و ھو ان ینھیٰ ان نعبد غیر الله و یرید ان نتخذہ ربا کما اتخذت النصاریٰ عیسیٰ فانزل الله ھذہ ا لایة**“(تفسیر کبیر جلد۴ صفحہ۱۵۰ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے میری فرمابرداری کی اس نے اللہ عزوجل کی فرمابرداری کی ،تو منافق بولے: یہ مرد (یعنی حضور ﷺ کے متعلق کہہ رہے ہیں) کہ یہ نبی ﷺ (نعوذ باللہ عزوجل من ذالک) شرک کے قریب ہو گئے ہیں ،ہمیں تو منع کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کی پوجا مت کرو اور چاہتے یہ ہیں کہ ہم انہیں خدا مان لیں۔جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تصور کر لیا تھا۔تو

اللہ عزوجل نے اس آیت کو نازل فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (پارہ۵سورۃالنساءآیت۸۰)

ترجمہ:۔جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے اس نے درحقیقت اللہ عزوجل کی اطاعت کی۔

یہاں پر ایک چیز توجہ کے لائق ہے۔وہ یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری محبت اللہ عزوجل کی محبت ہے میری اطاعت اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔تو منافقین نے حضور ﷺ پر شرک کا الزام اس طرح سے لگایا کہ نعوذ باللہ عزوجل من ذالک وہ یہ کہنے لگے۔(کہ حضور ﷺ نے اپنی ذات کو اللہ سے ملا دیا۔اللہ اللہ ہے اور یہ اللہ عزوجل کے بندے ہیں۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کی محبت اللہ عزوجل کی محبت بن جائے ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت بن جائے)۔قرآن نے ان کا رد کیا اور فرمایا جو حضور ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔جو حضور ﷺ سے محبت کرتا ہے۔وہ درحقیقت اللہ عزوجل سے محبت کرتا ہے۔حضور ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔جیسا کہ ابھی قرآن پاک کی آیت گزری **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ**

ترجمہ:۔جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی۔

اور یہی تفسیر اور یہی عظیم الشان واقعہ ''تفسیر خازن'' پہلی جلد صفحہ۴۰۵ پر موجود ہے اس کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا۔

اللہ عزوجل کے محبوبوں کا مقام :اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نیک بندوں کو جو مقام و مرتبے کی بلندی دیتا ہے اور انہیں جو طاقت اور قدرت دیتا ہے اس کو تسلیم کرنا درحقیقت اللہ کی قدرت کو تسلیم کرنا ہے۔

ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر (سورہ بقرہ،آیت۲۰)

ترجمہ:۔بیشک اللہ عزوجل ہر چاہت پر قادر ہے۔

وہ جسے جو مقام و مرتبہ دینا چاہے دے سکتا ہے اللہ عزوجل کی قدرت کو محدود نہ سمجھا جائے رب العالمین نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیسی قدرت عطا فرمائی کہ جنات آپ کے تابع، ہوائیں آپ کے تابع، پرندوں کی بولیاں آپ سنتے، سمندر میں موجود مچھلیوں سے آپ گفتگو کرتے۔آپ کو پوری دنیا کی حکومت دی گئی۔آپ ہواؤں میں اڑتے، ہوا آپ کے تابع تھی۔یہ مقام و مرتبہ کس نے

دیا اللہ عزوجل نے دیا۔ تو اللہ عزوجل اپنے نیک بندوں کو جو بھی مقام و مرتبہ دے۔ بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ کی قدرت پر یقین رکھے اور وہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔

عن ابی هریره رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله قال من عادیٰ لی و لیا فقد اذنته بالحرب و ما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها و لئن سالنی لا عطینه و لئن استعا ذنی لا عیذنه

(بخاری شریف جلد۲ صفحہ ۹۶۳، کتاب الرقاق، باب التواضع رقم الحدیث ۶۰۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں حضور ﷺ فرماتے ہیں: بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جو میرے ولی سے دشمنی رکھے گا اس کے لئے میرا اعلان جنگ ہے'' محبوب بندے سے دشمنی کے کیا معنیٰ ہیں؟۔۔۔۔محبوب بندے کے مقام و مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش کرنا، اللہ عزوجل نے انہیں جو مقام دیا اس مقام کو تسلیم نہ کرنا، ان کی عزت و تعظیم و توقیر مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کی کوشش کرنا یہ دشمنی ہے اس کے تحت محدثین نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو مرتے وقت ایمان سے محروم فرما دیتا ہے'' اور رب العالمین نے فرمایا: میرا بندہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ فرائض کے ذریعہ میری بارگاہ میں قرب حاصل کرتا ہے پھر میرا بندہ فرائض کے بعد نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا ''محبوب'' بنا لیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر میرا یہ مقبول بندہ مجھ سے کوئی چیز مانگے، کوئی سوال کرے، دعا مانگے تو میں ضرور بالضرور اس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہوں۔

تشریح حدیث: مفسر کبیر علامہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ جن کا سن وصال ۶۰۶ھ ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۷، صفحہ ۴۳۶، سورہ کہف آیت **ام حسبت ان اصحٰب الکھف** کے تحت اس حدیث قدسی کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''و کذالک العبد اذا و اظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعا و بصرا فاذا صارنور جلال اللہ سمعالہ سمع القریب و البعید و اذا صار ذالک النور بصر الہ رای القریب و البعید و اذا صار ذالک النور یدا لہ قدر علی التصرف فی الصعب و السھل و البعید و القریب ''(تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۳۶، سورہ کہف، آیت ام حسبت ان اصحاب الکھف مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جب اللہ عزوجل کا نیک بندہ مسلسل عبادتیں کرتا رہتا ہے۔اور اللہ عزوجل کا مقبول بن جاتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: میں اس کے کان بن جاتا ہوں میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں، جب اللہ عزوجل کے جلال کا نور اس کے کان بن جاتا ہے، وہ محبوب بندہ قریب کی باتیں بھی سنتا ہے اور دور کی باتیں بھی لیتا ہے۔اور جب اللہ عزوجل کے جلال کا نور اس کے آنکھیں بن جاتا ہے وہ قریب کو بھی دیکھ لیتا ہے اور دور کو بھی دیکھ لیتا ہے اور جب اللہ عزوجل کے جلال کا نور اس کے ہاتھ بن جاتا ہے اللہ عزوجل اسے وہ طاقت دیتا ہے کہ قریب و دور، مشکل و آسان تمام کاموں پر قدرت رکھتا ہے اور وہ کرامتیں دکھاتا ہے کہ عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

محترم پیارے بھائیو! اللہ عزوجل کے نیک بندے جو طاقت رکھتے ہیں حدیث قدسی اور تفسیر کبیر کے حوالے سے اس کو آپ اچھی طرح سمجھ لیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی کی شان: قرآن مجید فرقان حمید میں بھی اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی طاقت کا ذکر ہے۔ملکہ بلقیس ملک صبا کی ملکہ کا وہ تخت جو ۸۰ گز لمبا ۴۰ گز چوڑا سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے سجا ہوا دو مہینے کی مسافت پر تھا یعنی دو مہینے تک گھوڑا دوڑتا رہے تب جا کر اس فاصلے کو طے کرے۔سخت پہرے میں سات کمروں میں بند تھا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے فرمایا۔ملکہ بلقیس میرے پاس آرہی ہے اس کے آنے سے پہلے **ایکم یا تینی بعر شھا** (پارہ ۹ سورہ نمل آیت ۳۸)

ترجمہ:۔تم میں سے کوئی ہے جو ملکہ بلقیس کے تخت کو میرے پاس لیکر آئے۔

قرآن مجید فرقان حمید بیان فرماتا ہے کہ: ایک طاقتور جن نے کہا کہ میں لیکر آؤں گا۔آپ نے فرمایا کب لیکر آؤ گے کہنے لگا: شام ہونے سے پہلے لے آؤں گا آپ نے فرمایا: مجھے

اس سے بھی پہلے چاہئے قرآن نے اس واقعہ کو مزید بیان فرمایا اور حضرت آصف بن برخیا علیہ الرحمہ کا ذکر کیا گیا جو ولی کامل تھے حضرت سلیمان علیہ اسلام کے امتی تھے۔

قال الذی عنده علم من الکتٰب انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک (پارہ ۹ر سورۃ النمل آیت ۴۰)

ترجمہ:۔کہا اس ولی نے جس کے پاس اللہ عزوجل کی کتاب کا علم تھا میں اس تخت کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لیکر آ سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: لے آؤ۔حضرت آصف بن برخیا نے فوراً ہی تخت سامنے پیش کر دیا۔تو اب دیکھئے حضرت آصف بن برخیا فوراً تخت لے آئے اللہ عزوجل نے آپ کو یہ طاقت دی کہ آپ کی روحانی قوتوں سے یہ کام جو مشکل تھا آپ کے لئے آسان ہو گیا سوچیے ! حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت میں جو ولی ہے اس کی طاقت یا یہ عالم ہے تو حضور ﷺ کی امت کے اولیاء کرام کی طاقتوں کا کیا عالم ہوگا پھر خود انبیاء علیہم السلام کی طاقتیں اور انبیاء علیہم السلام کے سردار سید کونین ﷺ کی طاقت کا کیا عالم ہوگا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ: حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے ''مسیلمہ کذاب'' نے سر اٹھایا تو اس کے ساتھ 60000ر فوجی تھے اس جنگ یمامہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی ایک موڑ وہ آیا کہ مسلمان سخت مشکل میں مبتلا ہو گئے اس پریشانی کے عالم میں مسلمانوں کے سپہ سالار جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو مدد کے لئے پکارا۔''ابن کثیر'' جنہیں دنیا محقق تسلیم کرتی ہے ''البدایہ والنہایہ'' جلد۶ صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں:

کان شعار هم یو مئندیا محمداه

ترجمہ:۔اس دن صحابہ کرام کا شعار یہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کو مدد کے لئے پکار رہے تھے۔

سوچیے ! کہ صحابہ کرام سے بڑھ کر توحید کو سمجھنے والا اور کون ہوسکتا ہے۔اگر کسی کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہوتا تو صحابہ کرام ہرگز نہ پکارتے ہاں یہ ضرور یاد رکھئے کہ جب ہم کسی سے مدد مانگتے ہیں تو یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ انہیں جو طاقتیں ملی ہیں وہ اللہ عزوجل کی عطا کردہ ہیں اور

اللہ کی دی ہوئی طاقتوں سے ہی وہ ہماری مدد کرتے ہیں۔

راہِ نجات: صحابہ کرام علیہم الرضوان مشکل میں حضور ﷺ سے مدد مانگا کرتے تھے، حضور ﷺ کو وسیلہ سمجھتے تھے اور صحابہ کرام کا عقیدہ یہی تھا کہ حقیقی مددگار صرف اور صرف اللہ ہے حضور نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل کی دی ہوئی طاقت سے مدد فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عمل ہے اور نبی کریم ﷺ نے ہمیں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ہے۔

ان نبی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملة و تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلھم فی النار الا واحدة قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیه و اصحابی (ترمذی کتاب الایمان رقم الحدیث ۲۵۶۵)

ترجمہ:۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے تمام فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک ہی فرقہ جنتی ہوگا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نقش قدم پر ہوگا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان تو حضور ﷺ کی طاقت، حضور ﷺ کی اختیارات اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو مرتبہ دیا ہے اسے تسلیم کر رہے ہیں۔ تو جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ بھی حضور ﷺ کے مقام و مرتبے کو تسلیم کرے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ **کا عقیدہ**: ہمارے پیشوا سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ اللہ عزوجل کے نیک بندے ہیں آپ تابعی ہیں آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فیض حاصل کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں

یا مالکی کن شافعی فی فاقتی انی فقیر فی الری لغناک

ترجمہ:۔ اے میرے مالک آقائے دو جہاں ﷺ! آپ میری حاجتوں کو پورا کر دیں میں تمام مخلوق میں آپ کے حصے کو، آپ کی عطا کو حاصل کرنے والا فقیر اور محتاج ہوں۔

یا اکرم الثقلین یا کنز الوریٰ جدلی بجودک وار ضنی برضاک

ترجمہ:۔ اے جن اور انسانوں میں سب سے زیادہ کریم، عزت والے، اے مخلوق میں خزانے تقسیم کرنے

والے! مجھ پر احسان فرمایئے اپنی رضا سے مجھے راضی فرمادیجئے اور اپنی عطا سے مجھے مالا مال فرمادیجئے۔

انا طامع بالجو دمنک ولم یکن لابی حنیفة فی الانام سواک

ترجمہ:۔ میں آپ ﷺ کی عطاؤں کا امیدوار ہوں آپ ﷺ کا سوالی ہوں آپ ﷺ کے سوا مخلوق میں ابوحنیفہ کا کوئی نہیں ہے۔

غور فرمائیں! امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر قرآن سمجھنے والا ہم میں سے کون ہوسکتا ہے؟ آپ تابعی ہیں اللہ عزوجل کے نیک بندے ہیں حضور ﷺ کے وصال ظاہری کے کئی سالوں بعد حضور ﷺ کی بارگاہ میں التجائیں کر رہے ہیں، حضور ﷺ سے مدد کا سوال کر رہے ہیں عقیدہ وہی ہے کہ جو دیگا اللہ عزوجل ہی دیگا، حضور ﷺ اللہ عزوجل کی عطا سے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے اور باذن اللہ عزوجل عطا فرمائیں گے۔

صاحب دلائل الخیرات کا عقیدہ: صالحین سے فیض حاصل کرنے والے صاحب دلائل الخیرات رحمۃ اللہ علیہ جو بڑی عظمتوں والے ہیں آپ کا بڑا مقام ہے۔ آپ نے صدیوں پہلے درود پاک کی یہ کتاب ''دلائل الخیرات'' لکھی آپ نے اس میں بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ درود وسلام کو جمع کیا آپ کا اسم گرامی ''محمد بن سلیمان جزولی'' ہے آپ کا سن وصال ۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ ہے۔ دلائل الخیرات شریف بڑی مشہور و معروف کتاب ہے اور علماء نے اسے مُجرب قرار دیا ہے آپ جو درود پاک دلائل الخیرات شریف میں لکھتے ہیں اس کی چند مثالیں دیکھئے اور سمجھئے کہ بزرگان دین نے حضور اقدس ﷺ کے مقام و مرتبہ کو کیسا سمجھا آپ لکھتے ہیں۔

اللھم صل علیٰ المو صوف بالکرم و الجود

ترجمہ:۔ اے اللہ عزوجل! اس ذات مقدس پر رحمت نازل فرما۔ جو سخاوت کرنے والے ہیں اور کرم کرنے والے ہیں۔

سیدنا کاشف الکرب

ترجمہ:۔ ہمارے آقا ﷺ مشکلات کو حل فرمانے والے ہیں۔

اللھم صل علیٰ کاشف الغمة

ترجمہ:۔ اے اللہ! درود بھیج اس ذات پر جو غم کو دور کرنے والے ہیں۔

شیطان کا خطرناک ترین وار: جب شیطان یہ دیکھتا ہے کہ میری کوشش بیکار چلی گئی۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کو محدود ماننے کو تیار نہیں مسلمان یہ مانتا ہے کہ اللہ عزوجل جس کو چاہتا ہے مقام و مرتبہ دیتا ہے اس موقع پر شیطان کی گستاخی کھل کر سامنے آجاتی ہے اور ازلی دشمن جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے کہتا ہے: اے مسلمانو! تم اللہ والوں سے محبت کرتے ہو، مدد کے لئے انہیں پکارتے ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب تمہیں مل جائے اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہوجاؤ یہ عقیدہ تو مشرکین کا تھا وہ بھی بتوں کو پوجتے تھے تا کہ یہ بت انہیں اللہ عزوجل کے قریب کردیں تم میں اور مشرکوں میں کیا فرق ہے؟ اور قرآن مجید فرقان حمید کی اس آیت کو پیش کرتا ہے۔

ما نعبد هم الا ليقربو نا الى الله زلفىٰ (پارہ ۲۳ سورۂ زمر آیت ۳)

ترجمہ:۔ وہ کہتے ہیں ہم تو بتوں کو صرف اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ عزوجل کے نزدیک کردیں گے۔

شیطان کے مکر کارد اور اس آیت کا صحیح مفہوم:

دیکھئے یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے بات تو ان مشرکوں کی ہورہی ہے جو غیر اللہ کو پوجتے ہیں۔ ولی ہوں یا انبیاء ہوں مسلمان کسی کو نہیں پوجتا کسی کی عبادت نہیں کرتا صرف اور صرف اللہ عزوجل ہی کی عبادت کرتا ہے۔ کتنا بڑا فرق ہے کہ ایک تو وہ شرک کررہے ہیں بتوں کو پوج رہے ہیں اللہ عزوجل کی نافرمانی کررہے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس طرح ہم اللہ عزوجل کے نزدیک ہوجائیں گے۔ تو جو اللہ عزوجل کی نافرمانی کرے تو کیا وہ اللہ عزوجل کے نزدیک ہوسکتا ہے؟ اور یہ بت جن کا کوئی مقام ہی نہیں جن سے دور رہنے کا حکم دیا گیا۔ یہ پتھر کے بے جان بت اللہ عزوجل کے قریب کرنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتے ہی نہیں ہیں۔ اللہ عزوجل نے انہیں کوئی مقام و مرتبہ دیا ہی نہیں اتنا واضح فرق ہونے کے باوجود اس آیت کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا کتنا بڑا ظلم اور کتنی زیادتی ہے۔

یقیناً یقیناً یقیناً مومنین اور مشرکین، بتوں اور صالحین میں کوئی برابری نہیں ہے قرآن مجید فرقان حمید میں بتوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور انبیاء و صالحین کے دامن سے وابستہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے بتوں کو توڑنے کا حکم ہے اور انبیاء اور صالحین سے ہمیشہ جڑے رہنے کا حکم ہے بتوں کی محبت اللہ عزوجل سے دور کرتی ہے اس کے برعکس انبیاء اور صالحین کی محبت اللہ عزوجل کے قریب کردیتی ہے بت نہ غم خوار ہیں نہ مددگار ہیں جب کہ انبیاء اور صالحین اللہ عزوجل کی دی ہوئی

طاقتوں سے باذن اللہ عزوجل مونس بھی ہیں اور مددگار بھی ہیں۔جب اتنا واضح فرق ہے تو یقیناً بت اور صالحین برابر نہیں ہوسکتے قربان جائیں قرآن مجید فرقان حمید کی عظمتوں پر اس نے تو پہلے ہی فرمادیا **یضل به کثیرا** (پارہ ا سورۃ البقرہ آیت ۲۶)

ترجمہ:۔کئی قرآن پڑھنے کے باوجود گمراہ ہو جاتے ہیں۔

قرآن کو غلط سمجھنے والوں کے لئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث پاک کتنی واضح ہے۔

"عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ ان الله یرفع بهذا الکتاب اقواما و یضع به اخرین"

ترجمہ:۔آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے بعض لوگوں کو بلندی عطا فرمائے گا اور اس قرآن کے ذریعے بعض لوگوں کو تباہ و برباد کر دیگا۔

یقیناً بلندی تو انہیں ہی ملے گی جو نور قرآن سے منور ہوں گے۔اور نور قرآن سے منور ہونے کے لئے صاحب قرآن کی محبت ضروری ہے اور تباہ و برباد اور ذلیل و رسوا وہ لوگ ہوں گے جو قرآن کو غلط سمجھ کر مسلمانوں پر نعوذ باللہ عزوجل من ذالک شرک کا الزام لگا کر دائرۂ اسلام سے دور ہوتے ہیں اور بتوں کی مذمت کی آیتوں کو مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے جس خارجی گروہ کو "شرار خلق" فرمایا کہ یہ مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے اس گروہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول امام بخاری علیہ الرحمہ ذکر کرتے ہیں اور خارجیوں کی علامت بیان کرتے ہیں کہ

انهم انطلقوا الی آیة نزلت فی الکفار فجعلوها علیٰ المومنین (بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۲۴)

ترجمہ:۔خارجی اتنے گمراہ لوگ ہیں کہ جو آیتیں کافروں کی مذمت میں نازل ہوئیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

ایسے لوگ یقیناً دین سے دور ہیں ایسے لوگوں کا قرب انسان کو قرآن سے دور کر دیتا ہے شان والے محبوب نے بڑی شان سے توحید کا پرچم بلند کر دیا ہے۔

آقا ﷺ کے اس فرمان مبارک میں غور کریں جو آپ ﷺ نے اپنے وصال سے قبل ارشاد فرمایا:

وانی والله ما اخاف ان تشرکوا بعدی (بخاری جلد۲ صفحہ ۹۷۵)

ترجمہ:۔آقائے دوجہاں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: خداعزوجل کی قسم مجھے تم پر اس بات کا کوئی خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔

یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ میری امت شرک میں مبتلا ہوگی ہاں مجھے اس بات کا ضرور ڈر ہے کہ تم دنیا میں پھنس جاؤ گے، دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔آج بتائیے کون ہے جو دنیا کی محبت میں گرفتار نہ ہو؟ لیکن حضور ﷺ نے فرمادیا کہ میری امت شرک نہیں کرے گی۔

حضور ﷺ کے ماننے والے، حضور ﷺ سے محبت کرنے والے، حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے بظاہر دین سے کیسے بھی دور ہوں مگر جب ان سے پوچھا جائے کہ حقیقی طور پر خالق ومالک کون ہے؟ حقیقی طور پر نعمتیں دینے والا کون ہے؟ حقیقی طور پر مشکلات کو حل کرنے والا کون ہے؟ یقیناً وہ یہی کہیں گے کہ اللہ عزوجل ہی خالق ومالک ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور صالحین اور انبیاء جو طاقتیں رکھتیں ہیں، ان سے جو کرامتوں اور معجزات کا اظہار ہوتا ہے جو ان کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے وہ کیسے ہے؟ تو ہر مسلمان یہی کہے گا کہ یہ باذن اللہ تعالیٰ ہے اللہ کی دی ہوئی طاقتوں سے ہے۔ کوئی کسی کو اللہ عزوجل کے سوا نہ رب مانتا ہے، نہ خدا مانتا ہے، نہ الٰہ مانتا ہے، نہ معبود مانتا ہے۔

اللہ کے بندوں سے مدد مانگنے کا حکم:

عن عتبة بن غزوان عن نبی اللہ ﷺ قال اذا اضل احد کم شئی اواراد عونا و ھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی فان اللہ عباد الا نراھم و قدجرب ذالک (رواہ طبرانی)

ترجمہ:۔حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا وہ مدد حاصل کرنا چاہے اور وہ ایسی زمین میں ہو جہاں اس کا کوئی مددگار نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ کہے اے اللہ عزوجل کے بندو! میری مدد کرو بے شک اللہ عزوجل کے ایسے مقبول بندے ہیں جو نظر نہیں آتے (اور وہ مدد کرتے ہیں)۔محدثین فرماتے ہیں یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جب اس پر عمل کیا گیا تو اس کے فوائد فوراً ظاہر ہوئے۔

اس حدیث پاک سے انتہائی واضح ہوا کہ یا عباد اللہ اعینونی پکارنے اور اللہ عزوجل کے

بندوں سے مدد مانگنے کا حکم خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

آخری بات اور دشمن کی پہچان: ان تمام احادیث اور قرآن کی آیتوں کے بعد آخر میں عاجزانہ درخواست یہ ہے کہ محترم بھائیو! قرآن پاک میں ارشاد ہے

ان الشیطٰن لکم عدو فاتخذوہ عدوا (سورہ فاطر آیت ٦)

ترجمہ:۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

شیطان کی آرزو اور تمنا یہی ہے کہ وہ ہمیں تباہ و برباد کردے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بزرگان دین کے عقائد اور نظریات سے دور کردے شیطان یہی چاہتا ہے کہ مسلمان قرآن مجید فرقان حمید کی آیات کا غلط مفہوم سمجھ کر اپنے درست عقیدے سے دور ہو جائیں اسی طرح اس بد بخت کی خواہش ہے کہ مسلمان دنیا کی رنگینیوں میں بدمست ہو جائیں اور آخرت کو بھول جائیں۔

یاد رکھئے! دنیا کی محبتیں صرف دنیا کی غرض کے لئے ہیں ہمارے چاہنے والے ہمیں اپنے کندھوں پر لاد کر اندھیری قبر میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ہمارا کوئی پُرسانِ حال نہ ہوگا خدارا اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کریں، خوف خدا عزوجل پیدا کریں، عشق مصطفیٰ کو دل میں اجاگر کریں۔

آخر میں یہی عاجزانہ درخواست ہے کہ حضور ﷺ صحابہ کرام اور صالحین سے محبت و الفت کو برقرار رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً ''صلوٰۃ الحاجت'' پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر دعا کریں اے اللہ عزوجل! میرے ایمان کی حفاظت فرما اور جس طرح آج تیری توفیق اور عطا سے صحابہ اور صالحین علیہم الرضوان کے عقائد و نظریات دل میں بسائے ہوئے ہوں، تیری قدرت کاملہ پر یقین رکھتے ہوئے اولیاء کاملین کی عظمت کا قائل ہوں مجھے اسی اسلامی عقیدے پر ثابت قدمی نصیب فرما اے پروردگار عزوجل! میری یہ دعائیں اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

بدعت کی حقیقت

از:۔محمد حسان ملک نوری

''قرآن وحدیث سیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہونا اللہ رب العالمین کا خصوصی کرم ہے قرآن و حدیث کا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر نہیں ہیں چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

قل هل يستوى الذين يعلمون و الذين لا يعلمون (سورہ زمر، آیت ۲۳)

ترجمہ:۔اے نبی آپ فرمادیجئے جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے کیا وہ برابر ہوسکتے ہیں۔

یعنی دونوں برابر نہیں ہوسکتے کیوں کہ جو شخص علم سے دور ہوتا ہے وہ عجیب سوچ کا حامل ہوتا ہے کسی بھی معاملہ میں اپنی ایک رائے قائم کرلیتا ہے حالاں کہ اس کی یہ رائے قرآن وحدیث کے مُنافی ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر اگر انسان، کسی کے متعلق سنے کہ اس نے غصہ کیا، اس کا چہرہ سرخ ہوگیا یا اس نے غصہ والا کوئی کام کیا تو علم کی کمی کی وجہ سے وہ یہ رائے قائم کرلیتا ہے کہ غصہ تو بری چیز ہے غصہ حرام ہے یہ ایک جذباتی شخص ہے اور اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے اور دلیل کے طور پر قرآن پاک کی یہ آیت پیش نظر ہوتی ہے

والكٰظمين الغيظ و العافين عن الناس (سورہ آل عمران، ۱۳۴)

ترجمہ:۔اور غصہ پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے متقی ہیں

یا یہ حدیث پیش نظر ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے کسی نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''غصہ نہ کیا کر'' اس آیت اور حدیث پاک کو پیش نظر رکھ کر رائے قائم کرلیتا ہے کہ غصہ حرام اور غصہ کرنے والا برا ہے وغیرہ حالاں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں غصہ کی دو قسمیں ہیں

(۱) اپنے نفس کی خاطر غصہ کرنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر غصہ کرنا یعنی جذبات میں آنا۔

پہلی قسم یقیناً بری ہے اور دوسری قسم غصہ نہ صرف جائز بلکہ باعث عظمت ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی تفسیر ''تفسیر قرطبی'' میں فرمایا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضور ﷺ کی سخت گستاخی اور بے ادبی کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انتہائی غصے اور جلال میں آ گئے اور نبی کریم ﷺ کی محبت میں اپنے والد کو زور سے تماچہ مارا جس کی وجہ سے ابوقحافہ چہرے کے بل دور جا گرے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے ایسا کیا؟ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یوں نہیں عرض کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے بخش دے اور میرے غصہ کی عادت کم کر دے بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا اگر اس وقت میرے قریب تلوار ہوتی تو میں ان کو قتل کر دیتا۔

قرآن مجید فرقان حمید نے اس پر کسی ایسی آیت کا نزول نہ فرمایا کہ: اے ابوبکر کیسی بات کر رہے ہو والدین کے سامنے تو اُف کرنا منع ہے اور تم قتل کی بات کر رہے ہو۔ نہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا۔ کیوں کہ ان کا غصہ اللہ کی رضا کے لئے تھا رسول اللہ ﷺ کی محبت میں تھا بلکہ اس موقعہ پر قرآن مجید فرقان حمید کی مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور آخرت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لیجائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے آگاہ ہو جاؤ بیشک اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے'' (سورہ مجادلہ، آیت ۲۲)

معلوم یہ ہوا کہ غصہ کا لفظ سنتے ہی کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ غصہ کس قسم کا ہے اگر غصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ہے تو یہ عظیم نیکی ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ...... ''اعمال میں افضل یہ ہے کہ محبت اللہ کی خاطر ہو اور نفرت بھی اللہ کی خاطر ہو''...... معلوم ہوا کہ محبت اور شفقت ہو تو اللہ کے لئے اور نفرت و دوری ہو تو اللہ کے لئے ہم نے بخوبی

جان لیا کہ علم کی کمی اور بات کو مکمل طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے انسان کسی لفظ کو سن کر کوئی تاثر قائم کر لے تو لازم نہیں کہ یہ تاثر درست ہی ہو بلکہ یہ تاثر غلط بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ غصہ کے بارے میں مثال سے ہم نے سمجھا۔ مزید غور کیا جائے تو اس مثال سے ایک اور بات بھی سامنے آئی کہ **"غلط سوچ، غلط نظریہ کو جنم دیتی ہے"** جیسا کہ غصہ کی قسموں کو نہ سمجھنے والے عام طور پر کہتے ہیں کہ غصہ حرام ہے۔

ایک اور غلط سوچ کا نتیجہ :اسی طرح لفظ بدعت سنتے ہی قرآن وحدیث اور علم دین سے ناواقف شخص یہ تصور قائم کر لیتا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد جو بھی نیا کام ایجاد کیا جائے وہ جہنم میں لے جانے والا ہے حالاں کہ اس کی یہ سوچ ہرگز درست نہیں چنانچہ بخاری شریف کتاب صلوۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان میں یہ حدیث پاک موجود ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ایک بار مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ نماز تراویح اپنے اپنے طور پر الگ الگ ادا کر رہے ہیں کیوں کہ اس وقت ایک امام کے پیچھے جمع ہو کر نماز تراویح ادا کرنے کا معمول نہیں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز تراویح کی ترغیب دلائی صحابہ نماز تراویح پڑھتے تھے مگر نبی اکرم ﷺ نے تراویح کی جماعت نہیں کروائی صرف تین دن ایسا ہوا کہ صحابہ کرام خود ہی جمع ہو گئے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے پیچھے نماز تراویح جماعت سے ادا کی تیسرے دن حضور اقدس ﷺ نے منع فرما دیا چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک دور سے لے کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور تک ایسا کبھی نہ ہوا کہ ایک امام کے پیچھے صحابہ تراویح میں مکمل قرآن پاک، رمضان کے مہینہ میں ختم کرتے ہوں لیکن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کیا کہ ایسا ہو جائے تو اچھا ہے تو آپ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو جو صحابہ علیہم الرضوان میں بہت بڑے قاری تھے امام مقرر کیا اور تمام صحابہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک ساتھ مل کر نماز تراویح ادا کرتے۔

تو جماعت کا اہتمام کرنا اور ایک امام کے پیچھے پورا رمضان تراویح ادا کرنا یہ ایک ایسا نیا طریقہ تھا جو نہ رسول اللہ ﷺ نے اپنایا نہ دور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے جو الفاظ کہے ان الفاظ کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے لکھا "نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" (یہ کیا ہی اچھی

بدعت ہے)یعنی یہ ایسی بدعت ہے جو بری نہیں بلکہ اچھی ہے۔

سبحان اللہ اس روایت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بدعت کی بھی قسمیں ہیں۔

بدعت کی اقسام: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس کے بعد جو نیا کام کیا جائے اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) کوئی اچھا کام کیا (۲) کوئی برا کام کیا

اگر انسان بدعت کے متعلق معلومات نہ رکھتا ہو تو وہ ہر بدعت کو گمراہی سمجھتا ہے اور ہر نئے معاملہ کو بدعت قرار دیتا ہے اور ہر ایک کو بدعتی کہتا ہے اتنا بھی خیال نہیں کرتا کہ بدعتی تو جہنمی ہوتا ہے۔افسوس غلط رائے قائم کرنے اور غلط نظریہ اپنانے کی وجہ سے ہر معاملہ میں یہ سوال کرتا ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ کام کیا؟ نہیں کیا تو یہ بدعت ہے۔

اس سوچ کے نتیجے میں ایسے دل سوز واقعات سامنے آتے ہیں (کہ اللہ کی پناہ)

اسلامی اصول اور تصور بدعت: اسلام کا اصول یہ ہے کہ **وہ کام اسلام میں ناجائز اور بدعت سیئہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس طور پر منع فرمایا ہو کہ اس کے ثبوت پر کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو** اور اس کے کرنے سے سنت مٹ جائے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ......"جب کوئی قوم بدعت کرتی ہے تو ان سے سنت مٹ جاتی ہے"......(مشکوٰۃ شریف، مسند امام احمد ص ۱۰۵ جلد ۴) بدعت تو سنت کو مٹانے والی ہے اور یہ حرام وممنوع ہے یہ ایک ایسا کام ہے جو دین کو نقصان پہنچانے والا ہے ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس کے بعد جو کام ایجاد کیے گئے ان میں شرعی اصول کو دیکھیں گے اگر وہ نیا کام شرعی اصولوں سے ٹکرا رہا ہے تو وہ **بدعت سیئہ** ہے ورنہ **بدعت حسنہ** یعنی اچھا کام ہے۔

اس کو سمجھنے کے لئے زمانہ نبوی ﷺ کے بعد کے ایک اہم واقعہ کی طرف توجہ فرمائیں۔

سیدنا فاروق اعظم کا عطا کردہ اصول: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ کے موقع پر ۷۰۰ حفاظ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شہادت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پریشان ہوکر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ: آپ قرآن پاک کو جمع کرنے کا حکم دیجئے اس پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو؟ جواباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی

قسم یہ خیر کا پہلو ہے، یہ کام شریعت کے خلاف نہیں، بلکہ خیر ہے، یہ کام شرعی اصولوں سے ٹکرانے والا نہیں ہے۔اولاً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منع فرماتے رہے مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُنہیں سمجھاتے ہے چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے سمجھاتے رہے اور اس کے خیر ہونے پر توجہ دلاتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرے سینے کو کھول دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو رائے تھی وہی میری رائے ہوگئی چنانچہ ہم دونوں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور قرآن جمع کرنے کے لئے انہیں ذمہ داری دینا چاہی تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ: آپ دونوں وہ کام کیسے کرسکتے ہیں جسے نبی ﷺ نے نہ کیا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کام اللہ کی قسم خیر ہے، یہ کام شریعت کے خلاف نہیں ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان سے سوالات کرتا رہا اور وہ جوابات دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے کو کھول دیا تھا اسی طرح میرے سینے کو بھی کھول دیا اور یہ بات میری سمجھ میں آگئی اور میں قرآن جمع کرنے پر آمادہ ہوگیا۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام تنگ نظری سے پاک اور مُنزّہ ہے۔ چنانچہ یہ اصول ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ جو بھی نیا کام خیر القرون کے بعد ایجاد ہوگا اس کا دارومدار اس کی نوعیت پر ہوگا نہ کہ زمانے پر۔ کیوں کہ زمانے کا مبارک ہونا کام کے اچھے ہونے کی دلیل نہیں۔ اس اصول کو اس طرح سمجھیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے چالیس دن تک مکان میں قید کرکے ان کا کھانا، پینا بند کیا جس کی وجہ سے وہ چالیس دنوں تک بغیر سحری اور افطار کے روزہ دار رہے یہاں تک آپ کی مظلومانہ شہادت ہوئی، نبوت کے جھوٹے دعوے دار پیدا ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، کربلا کا خوفناک واقعہ سامنے آیا اور ان واقعات کے نتیجہ میں سینکڑوں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کردیا گیا تو کیا کوئی عقل مند، ان سارے واقعات کو دور صحابہ اور تابعین میں ہونے کی وجہ سے اچھا کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر کوئی اس کی مذمت ہی کرے گا۔ اسی طرح قرآن کریم پر اعراب لگائے گئے، مساجد کو پکا کیا گیا، مساجد میں مینار و گنبد بنائے گئے یہ تمام امور مذکورہ خیر القرون میں نہ ہوئے مگر خیر پر مشتمل تھے اس لئے اچھے ہیں۔

چنانچہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو مگر وہ خیر پر مشتمل ہو تو اس خیر کے نئے کام کو بعد

والے سرانجام دے سکتے ہیں، زمانے کا مبارک ہونا کام کے اچھے ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ تو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کسی بھی نئے کام کا دارومدار کام کی نوعیت پر موقوف ہے نہ کہ زمانے پر، ہر وہ نیا کام جو خیر وخوبی پر مشتمل ہو اور شرعی ممانعت نہ ہو تو ایسے کام سے کسی کو روک نہیں سکتے چاہے وہ کام کسی بھی زمانہ میں ایجاد کیا جائے'' (منقول از بدعت کی حقیقت ،ص۲ تا ۸،۱۲ تا ۱۵ ملخصاً، مصنفہ حضرت علامہ مفتی آصف عبداللہ قادری صاحب قبلہ، مطبع نورالقرآن انٹرنیشنل، کراچی پاکستان)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا...... ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کے لئے اس کا اجر اور اس کے بعد قیامت تک جتنے اس پر عمل کریں گے ان سب کا ثواب ہے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی بھی نہ ہوگی....اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پر اس کا گناہ اور قیامت تک جتنے اس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ اس پر ہوگا اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی''......(مسند امام احمد بن حنبل)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے زمانے کی کوئی قید نہیں لگائی۔ بلکہ مطلق فرمایا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی زمانہ میں کوئی کام ایجاد کیا جائے اگر وہ اسلامی اصول کے مطابق ہے تو باعث ثواب ہے ورنہ باعث عتاب وعذاب۔

ثبوت پیش کرنا ذمہ داری کس کی : یہ اصول بھی یاد رہے کہ شریعت نے جس کام سے منع کیا وہ حرام ہے......جس چیز کا حکم دیا وہ حلال ہے......اور جس چیز کا ذکر شریعت نے نہیں کیا...... اسے ہم حرام نہیں کہہ سکتے...... وہ بھی حلال ہے......جائز ہے...... اور اسے ہمارے لئے معاف رکھا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

''الحلال ما احل اللّٰہ فی کتابہ و الحرام ما حرم اللّٰہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ''

ترجمہ:۔ حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا اور جس کے بارے میں ذکر نہ فرمایا تو یہ اس میں سے ہے جس سے اللہ نے درگزر کیا۔ (ترمذی)

یعنی تمہارے لئے معاف ہے اگر کرو تو تمہاری مرضی نہ کرو تو تمہاری مرضی اس میں

تمہاری گرفت نہیں کی جائے گی۔علماء کرام نے قرآن پاک کی آیات اوراحادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ اصول مرتب کیا کہ......''اشیاء میں اصل اباحت ہے''......یعنی فی نفسہ ہر چیز جائز ہے۔ جب تک کہ شریعت حرام قرار نہ دے۔

تو جائز ہونے کا ثبوت نہیں مانگا جائے گا بلکہ جو نا جائز کہتا ہے تو وہ ثابت کرے کہ اللہ نے کہاں نا جائز قرار دیا، رسول اللہ ﷺ نے کہاں اسے حرام قرار دیا یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک اور احادیث طیبہ میں نا جائز، حرام اور نا پاک کی فہرست تو موجود ہے لیکن حلال، جائز اور پاک چیزوں کی فہرست نہیں بیان کی گئی بلکہ بتا دیا گیا کہ جس کا ذکر نہیں کیا گیا وہ حلال، پاک اور جائز ہے۔

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ''فتح الباری شرح بخاری'' میں ''بدعت'' کی تقسیم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

......''اگر کوئی نیا کام کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شریعت سے ثابت ہے تو وہ نیا کام اچھا ہے''......یعنی وہ بدعت حسنہ ہے جیسے بزرگان دین کی تعظیم، ان کی یاد منانا، مختلف جائز طریقوں سے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور توقیر کرنا، حالات زمانہ کے پیش نظر نئے نئے ڈھنگ سے تبلیغ دین کرنا، محفل میلاد منعقد کرنا، کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا وغیرہ کہ یہ سب کام اور ان کی خوبی شریعت سے ثابت ہے۔

......''اور اگر وہ نیا کام کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شریعت سے ثابت ہے تو وہ نیا کام برا ہے''......یعنی بدعت سیئہ ہے جیسے مزار کو سجدہ، رکوع، طواف کرنا یا ایسی محفل منعقد کرنا جس میں مردوں اور عورتوں کا بلا پردہ اختلاط ہو، یہ ساری چیزیں وہ ہیں جن کی برائی شریعت سے ثابت ہے لہٰذا یہ بدعت سیئہ ہیں۔

......''اور اگر کوئی کام نہ بدعت حسنہ بن رہا ہو نہ ہی بدعت سیئہ تو وہ مباح ہوگا''...... یعنی وہ بدعت مباحہ ہے جیسے پیٹ بھر کر کھانا کھانا وغیرہ۔

☆☆☆☆☆☆☆

تقلید کیوں ضروری ہے؟

از:۔حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب قبلہ

انسان زندگی کے ہر شعبے میں کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے۔ پرائمری تعلیم کے حصول سے لے کر کسی بھی پیشہ یا ہنر کے درجہ کمال کو پہنچنے تک ہر کوئی اپنے اساتذہ یا اس ہنر کے ماہرین کی تقلید کرنے پر مجبور ہے۔علم دین کا معاملہ تو اس سے کئی گناہ زیادہ مشکل ہے۔ ہر شخص یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ قرآن وحدیث سے خود مسائل اخذ کرے کیونکہ اس کیلئے صرف عربی جاننا کافی نہیں بلکہ فقیہ و مجتہد کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔

کسی فقیہ کے قول پر شرعی دلیل کے تحت عمل کرنا تقلید شرعی ہے جس کا فرض ہونا اس آیت کریمہ سے ثابت ہے۔ارشاد ہوا،''اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلنے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں'' (التوبہ:۲۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر عالم وفقیہ بننا ضروری نہیں لہٰذا غیر مجتہد یا غیر عالم کو مجتہد یا عالم کی تقلید کرنی چاہئے۔

صحابہ کرام براہ راست نبی کریم ﷺ سے دین کا علم حاصل کیا کرتے تھے اس لئے انہیں کسی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔آقا ومولیٰ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین بھی اپنے درمیان موجود زیادہ صاحب علم صحابی کی تقلید کیا کرتے۔ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ: جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں، مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔(بخاری) یعنی یہ تقلید شخصی ہے جو دور صحابہ میں بھی موجود تھی۔

اھل سنت و الجماعت کے عقائد

از:۔حضرت مولانا آفتاب احمد برکاتی صاحب قبلہ

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عقائد جانتا، مانتا اوران پر یقین کامل رکھتا ہو خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ آج بہت سے لوگ ایسے ہیں جواپنے آپ کومسلمان کہتے بلکہ عالم کہلاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں اسلام سے کچھ علاقہ نہیں عام ناواقف بھولے بھالے مسلمان ان کے دام تزویر میں آکر اپنے دین و مذہب سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں لہٰذا ہم اپنے دینی اسلامی بھائیوں کی آگاہی کی خاطر اہل سنت والجماعت کے کچھ عقائد تحریر کرتے اور انہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل سے مزین بھی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ محال ہے

عقیدہ :۔جو چیز محال ہے اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ اس کی قدرت اس محال کوشامل ہو محال اسے کہتے ہیں جو موجود نہ ہوسکے اسی طرح ہر وہ چیز جس میں عیب ہو اللہ عزوجل اس سے پاک ہے مثلاً جھوٹ وغیرہ لہٰذا یہ کہنا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے، خدا کو عیبی بتانا اور خدا سے انکار کرنا ہے۔نیز اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وہ اس کے خلاف ہرگز نہ کرے گا۔

قرآنی ارشارات

ا:۔ومن اصدق من الله حديثا (پ۵،س:نسائی/۸۶)

ترجمہ:۔اوراللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

۲:۔وعد الله لا يخلف الله الميعاد(پ۲۳،س:زمر/۱۹)

ترجمہ:۔اللہ کاوعدہ خلاف نہیں کرتا۔

۳:۔الا ان وعد الله حق(پ۱۱،س:یونس/۵۴)

ترجمہ:۔سن لو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

تفسیر قادری میں(ومن اصدق من الله حديثا)کے تحت ہے کہ:اللہ سے زیادہ سچا

کوئی نہیں بات میں اور وعدہ کی رو سے۔یعنی اللہ کی بات اور وعدہ میں جھوٹ کو راہ نہیں۔ کیوں کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے۔

اس کے برخلاف وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا ہے (''فتاوی رشیدیہ'' جلد۱،ص۱۹، مصنفہ مولوی رشید احمد گنگوہی)

عقیدہ ختم نبوت

عقیدہ:۔حضور اکرم ﷺ خاتم النبین ہیں یعنی اللہ عزوجل نے حضور اکرم ﷺ پر نبوت ختم کر دیا کہ حضور کے زمانے میں یا بعد میں کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔

قرآنی ارشادات

۱:۔**ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبین** (پ۲۲،س:احزاب/۳۹)

ترجمہ:۔محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے ہیں۔

۲:۔**وارسلنک للناس رسولا** (پ۵،س:نساء/۷۸)

ترجمہ:۔اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا۔

۳:۔**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی** (پ۶،س:مائدہ/۲)

ترجمہ:۔آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔

اور اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا کہ نیا نبی بھیج کر اس دین کو ناقص کر دے۔

نبوی فرمودات

۴:۔ **عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: ان مثلی مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فا حسنہ و اجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ و یعجبون لہ و یقولون ھلا و ضعت ھذہ اللبنۃ و انا خاتم النبیین**

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا کہ: میری مثال اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا اور اسے خوب اچھی طرح سجایا،سنوارا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس کے ارد گرد پھرتے اور تعجب کرتے تھے کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیسے خالی چھوڑ دی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: وہ اینٹ میں ہوں اور میں

نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔(بخاری، باب ختم النبیین ﷺ/۵۰۱)

۵:۔عن ابی ھریرہ قال:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول :لم یبق من النبوۃ الا المبشرات، قالوا:وما المبشرات،قال:الرویا الصالحۃ(بخاری، باب المبشرات۱۰۳۵/۲)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:نبوت ختم ہوگئی اس میں کچھ باقی نہ رہا مگر صرف مبشرات ،صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:یا رسول اللہ ! مبشرات کیا ہیں؟فرمایا: نیک خواب۔

۶:۔انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبین لا نبی بعدی (مشکوۃ، کتاب الفتن ،۴۶۵)

ترجمہ:۔حضور ﷺ نے فرمایا:بے شک میری امت میں یا میری امت کے زمانے میں تیس کذاب ہوں گے ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ واحادیث بنویہ ہمیں بتاتی ہیں کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا لیکن ان آیات واحادیث بلکہ اس طرح کی کئی اور حدیثوں کے خلاف وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین نہیں ہیں بلکہ آپ کے بعد کسی نئے نبی کا آنا ممکن ہے۔(''تحذیر الناس''ص۱۴،۲۵،مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی،مطبع:مکتبہ فیض ،دیوبند)

حیات انبیاء علیہم السلام

عقیدہ :۔انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہوگئے ان کی زندگی شہیدوں کی زندگی سے بہت ارفع واعلیٰ ہے۔

قرآنی ارشادات

ا:۔ولا تقولو المن یقتل فی سبیل للہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون (پ۲، س:بقرہ/۱۵۴)

ترجمہ:۔اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

۲:۔ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل للہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون

ترجمہ:۔اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں ہرگز انہیں مردہ خیال مت کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔(پ۴،س:آل عمران/۱۶۸)

آدمی نبی پر ایمان لاکر مسلمان ہوتا ہے اب جب وہ صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے نبی کے ارشاد کے مطابق کافروں سے جہاد کرتا ہوا قتل ہوجاتا ہے تو قرآن اسے شہید اور زندہ فرمارہا ہے تو وہ انبیاء خصوصاً ہمارے آقا نبیوں کے سردار شفیع المذنبین ﷺ جن کے صدقہ اور طفیل میں لوگوں کو فضل شہادت اور بعد وصال حیات جاوید ملتی ہے کیا وہ اپنی اپنی قبروں میں زندہ نہ ہوں گے ضرور زندہ ہونگے اب آیئے احادیث مبارکہ سے صراحت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا ثبوت ملاحظہ کیجیے۔

نبوی فرمودات

۳:۔عن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال:رسول الله ﷺ ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء(سنن ابن ماجہ، باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ،۱/۱۱۸)

ترجمہ:۔حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: سرکار علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔

۴:۔عن انس قال: قال رسول الله ﷺ الانبیاء احیاء فی قبو رهم یصلون(مسند ابو یعلیٰ)

ترجمہ:۔اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

ان قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کے برخلاف وہابیوں دیابندیوں کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ مرکر مٹی میں مل گئے۔معاذ اللہ("تقویت لایمان"ص۴۵ مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی، مطبع: دارالکتاب، دیوبند)

اللہ کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت ووجاہت

عقیدہ:۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ عزوجل کے نزدیک عظیم وجاہت وعزت والے ہیں اور اس فضل میں ہمارے نبی ﷺ کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔

قرآنی ارشادات

ا:۔الذین یقیمون الصلاۃ و مما رزقنهم ینفقون اولئک هم المومنون حقا لهم درجت عند ربهم(پ۹،س:انفال/۳)

ترجمہ:۔وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں وہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس۔

یہ آیت انبیاء نہیں بلکہ عام نیک وصالح اور احکامات اسلامیہ کی مکمل طور پر پیروی کرنے والے مسلمانوں کے مقام ومنصب کا پتہ دے رہی ہے جو انہیں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاصل ہے۔

۲:۔ولله العزة و لرسوله وللمومنين ولكن المنفقين لا يعلمون (پ۲۸،س:منافقون/۸)

ترجمہ:۔اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقین کو خبر نہیں۔

۳:۔ورفعنالک ذکرک (پ۳۰،س:انشراح/۴)

ترجمہ:۔اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا۔

ذکر (چرچہ) اسی کا کیا جاتا ہے جو اپنا محبوب ہو، اپنا مقرب، اپنا پسندیدہ ہو، اپنا چہیتا ہو اور اللہ پوری کائنات میں اپنے حبیب ہمارے آقا ﷺ کا ذکر کرتا ہی نہیں ان کا ذکر جمیل چار دانگ عالم میں پھیلا رہا ہے۔

نبوی فرمودات

۴:۔عن ابی بن کعب عن النبی ﷺ قال اذا کان یوم القیامة کنت امام النبیین و خطیبهم و صاحب شفاعتهم (مشکوۃ، باب فضائل سید المرسلین ۵۱۴)

ترجمہ:۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس دن قیامت قائم ہوگی میں تمام انبیاء کا امام اور خطیب ہونگا اور میں سب کی شفاعت کرونگا۔

۵:۔عن ابی سعید قال: قال رسول الله ﷺ انا سید ولد آدم یوم القیامة

ترجمہ:۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں روز قیامت اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ (مسلم، باب تفضیل نبینا ﷺ ۲/۲۴۵)

۶:۔ایک طویل حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سرکار علیہ السلام فرماتے ہیں (انا حبیب اللہ) ''میں اللہ کا حبیب ہوں'' (مشکوۃ، باب فضائل سید المرسلین ۵۱۳)

یہ آیتیں اور حدیثیں ہمیں بتارہی ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں تمام انبیاء خصوصاً ہمارے آقا

سیدنا محمد ﷺ عظیم عزت و بزرگی و وجاہت والے ہیں لیکن ان آیات و احادیث کے برخلاف وہابیوں دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ ہر مخلوق خواہ بڑی ہو یا چھوٹی یعنی نبی ہو یا ولی خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ معاذ اللہ (''تقویت الایمان'' ص ۴۴)

شفاعت

عقیدہ :۔ جس طرح دنیا میں حضور اکرم ﷺ ہماری مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور فرماتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن بھی جس روز کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا ہر ایک اپنی اپنی فکر میں گرفتار ہوگا حتٰی کہ انبیاء بھی فرمائیں گے **اذھبوا الی غیری** (تم کسی اور کے پاس جاؤ) اس دن بھی حضور اکرم ﷺ ہماری شفاعت فرمائیں گے اور ہمیں ان ہی کی شفاعت پر بھروسہ اور تکیہ ہے، وہ ضرور ضرور اپنی امت کے شفیع ہوں گے۔ ہر قسم کی شفاعت حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے شفاعت بالوجاھۃ، شفاعت بالمحبۃ، شفاعت بالاذن۔ پھر حضور کی اجازت سے انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام، علماء عظام بھی شفاعت فرمائیں گے۔

قرآنی ارشادات

۱:۔ **عسی ان یبعثک ربک مقاماً محمودا** (پ۱۵، س: بنی اسرائیل/۷۹)

ترجمہ:۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری تعریف کریں گے۔

''مقام محمود'' وہ جگہ ہے جہاں موافقین و مخالفین، مومنین و کافرین سب حضور ﷺ کی حمد کریں گے، جس وقت رسول اکرم ﷺ شفاعت کبریٰ فرمایں گے اور یہ ''شفاعت کبریٰ'' مومن و کافر، مطیع و عاصی سب کے لئے ہے کہ وہ انتظار حساب جو سخت جانگزا ہوگا جس کے لئے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے اس بلا سے چھٹکارا سب کو حتّٰی کہ کفار کو بھی حضور ﷺ کی شفاعت کی بدولت ہی ملے گا

۲:۔ **و لسوف یعطیک ربک فترضی** (پ۳۰، س: والضحیٰ/۴)

ترجمہ:۔ اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سرکار ﷺ نے فرمایا: **اذا لا ارضیٰ و واحد من امتی فی النار** (بحوالہ بہار شریعت ۱/۷) ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی آگ میں ہو۔

نبوی فرمودات

۳:۔ عن ابی موسیٰ الا شعری قال: قال رسول الله ﷺ خیرت بین الشفاعة و بین یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة لانها اعسیٰ و اکفیٰ ترونها للمتقین لا و لکنها للمذنبین الخطائین المتلوثین (سنن ابن ماجہ، باب ذکر الشفاعۃ ۲/۳۱۹)

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو میں شفاعت لوں یا میری آدھی امت جنت میں جائے۔ میں نے شفاعت لیا کیوں کہ وہ زیادہ تمام اور زیادہ کام آنے والی ہے کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میری شفاعت پاکیزہ مسلمانوں کے لئے ہے نہیں بلکہ وہ ان گنہگاروں کے لئے ہے جو گناہوں میں سخت آلودہ اور سخت خطا کار ہیں۔

۴:۔ عن جابر قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: شفاعتی یوم القیامة لاهل الکبائر من امتی (سنن ابن ماجہ، باب ذکر الشفاعۃ ۲/۳۱۹)

ترجمہ:۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میری شفاعت میری امت میں ان لوگوں کے لئے ہے جو کبیرہ گناہ والے ہیں۔

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے شفیع ہیں لیکن اس کے برخلاف وہابیوں، دیابندیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی کو شفیع جاننا شرک ہے ("تقویت الایمان" ص ۲۷)

علم غیب

عقیدہ:۔ اللہ عزوجل کی عطا سے انبیاء علیہم السلام کو کثیر ووافر غیبوں کا علم ہے اور خصوصاً حضور اکرم ﷺ کا حصہ اس فضل جلیل میں سب سے زیادہ ہے حتیٰ کہ لوح محفوظ کا تمام علم حضور اکرم ﷺ کے علموں میں سے ایک شمہ (قلیل مقدار) ہے مخلوق الٰہی میں سے کوئی فرشتہ یا جن وانس میں سے کوئی بھی حضور اکرم ﷺ کے علم سے زیادہ یا برابر جاننے والا ہو ہی نہیں سکتا۔

تنبیہ ضروری:۔ غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان نہ تو آنکھ، کان حواس وغیرہ سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداہتہً عقل میں آسکے۔

علم غیب کی اقسام:۔ علم غیب کی دو قسمیں ہیں:

اول ذاتی:۔ جو بغیر اللہ کے بتائے اپنی ذات سے کسی کو حاصل ہو یہ اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

دوم عطائی:۔ جوعلم غیب اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کو عطا فرمائے۔

لہٰذا وہ آیات واحادیث جس میں دوسرے کے لئے اثبات علم غیب سے انکار ہے وہاں علم غیب ذاتی ہی مراد ہے اب ان آیتوں کو ملاحظہ فرمائیں جس میں عطائی علم غیب کا ثبوت موجود ہے۔

قرآنی ارشادات

ا:۔ علم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول (پ۲۹،س:جن۲۶،۲۷)

ترجمہ:۔غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

۲:۔ تلک من انباء الغیب نو حیھا الیک (پ۱۲،س:ھود۴۹)

ترجمہ:۔ یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔

۳:۔وما ھو علی الغیب بضنین (پ۳۰،س:تکویر۲۴)

ترجمہ:۔اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

نبوی ارشادات

۴:۔ عن طارق بن شھاب قال سمعت عمر رضی الله تعالیٰ عنه یقول قام فینا النبی ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتیٰ دخل اھل الجنة منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذالک من حفظه و نسیه من نسیه (بخاری،۱/۴۵۳)

ترجمہ:۔طارق بن شھاب سے روایت ہے کہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: حضور اکرم ﷺ ہم میں ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ہم کو ابتداء دنیا سے لیکر قیامت تک کی خبر دیدی یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی جگہوں میں داخل ہوگئے اور جہنمی لوگ اپنی جگہ میں داخل ہوگئے اس بات کو جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

۵:۔عن ثوبان قال :قال رسول الله ﷺ ان الله زوی لی الارض فرائت مشار قھار مغاربھا و ان امتی سیبلغ ملکھا مازوی لی منھاو اعطیت الکنزین الا حمر و الاسود (مسلم، کتاب الفتن ۲/۳۹۰)

ترجمہ:۔حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ: سرکار دو عالم علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا کہ: اللہ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور قریب ہے کہ میری امت

کی سلطنت ان تمام مقامات میں پہنچے گی اور مجھے سرخ وسیاہ دونوں خزانے دیے گئے۔

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کو تمام ما کان (جو کچھ ہو چکا) وما یکون (آئندہ جو کچھ ہوگا) کا علم حاصل ہے لیکن اس کے برخلاف وہابیوں، دیوبندیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو عطائی علم غیب بھی حاصل نہیں ہے بلکہ آپ کا علم، بچوں، پاگلوں، جانوروں جیسا ہے اور شیطان کو حضور اکرم ﷺ سے زیادہ علم ہے۔معاذ اللہ ("حفظ الایمان" ص ۱۵، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی، مطبع دار الکتاب دیوبند، "براہین قاطعہ" ص ۵۱ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی)

علم غیب سے متعلق اجمالی مسائل

(۱) غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی نہیں ہے۔

(۲) غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا برابری تو درکنار تمام اولین وآخرین وانبیاء مرسلین وملائکہ مقربین کے علوم مل کر اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ مناسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذراسی بوند کے کروڑیں حصہ کو ہے کیونکہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کو کروڑ واں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی (جس کی کوئی انتہا ہو) سے نسبت ضرور ہے برخلاف اللہ کے علم کے کہ وہ غیر متناہی (جس کی کوئی انتہا نہ ہو) در غیر متناہی در غیر متناہی ہے۔

(۳) اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء علیہم السلام کو کثیر ووافر غیبوں کا علم ہے یہ ضروریات دین ہے جو اس کا انکار کرے، کافر ہے کیونکہ وہ سرے سے نبوت کا ہی منکر ہے۔

(۴) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء سے اتم واعظم ہے اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جس کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے بس۔

ایک نظر ادھر بھی

اس حق نما کتابچے کو پڑھنے والے میرے بھائی!....ذرا تو ایک بار سچے دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (جل جلالہ و ﷺ) پڑھ کر....گردن جھکا کر....کانوں میں انگلیاں دے کر ....سوچ!!!....کیا قرآن کی اتنی آیتوں....اور....سرکار ﷺ کے ان بے شمار ارشادات کو....نہ ماننے والے .... مسلمان ہو سکتے ہیں؟....تیرا ایمان آپ ہی گواہی دیگا کہ .... یہ لوگ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے....میرے پیارے بھائی !اب ذرا کان لگا کر اپنے پیدا کرنے والے رب کا فرمان

ہدایت نشان سن، وہ فرماتا ہے

ا:۔ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لایھدی القوم الظلمین (پ۶،س:مائدہ/۵۱)

ترجمہ:۔اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

۲:۔ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ و اعدلھم عذابا مھینا

ترجمہ:۔بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (پ۲۲،س:احزاب/۵۷)

۳:۔و اما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (پ۷،س:الانعام/۶۸)

ترجمہ:۔بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو جاؤ۔

۴:۔ یایھا الذین امنوا لاتتخذو اباکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظلمون (پ۱۰،س:توبہ/۲۳)

ترجمہ:۔اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہے۔

اور یہ بھی دیکھ کہ ....ہماری بھلائی چاہنے والے.... ہماری خاطر راتوں کا آرام ....دنوں کا کھانا...ترک کرنے والے.....ہمیشہ **رب ھبلی امتی، رب ھبلی امتی** (اے میرے رب میری امت، میری امت) کی صدا بلند کرنے والے....رب کے محبوب....ہمارے آقا ﷺ....کیا فرماتے ہیں۔

۵:۔انما مثل الجلیس الصالح و جلیس السوء کحامل المسک و نافخ الکبیر فحامل المسک اماان یحذیک واماان تبتاع وام ان تجد منہ ریحا طیبۃونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک و اما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ (بخاری، باب المسک، ۸۳۰/۲)

ترجمہ:۔اچھے اور برے ہم نشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا ہے، (اگر مشک والے کی صحبت اختیار کرتا ہے تو) وہ تجھے مفت دیگا یا تو اس سے خریدیگا اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی۔اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلا دیگا یا تجھے اس سے بدبو آئے گی۔

۶:۔ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم (مسلم ۱/۱۰)

ترجمہ:۔گمراہوں سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

۷:۔ان مرضو افلا تعودوهم،و ان ماتوا فلا تشهدوهم ،ان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم ،ولا تجالسوهم،و لا تشاربوهم،ولا تؤاكلوهم،ولا تنا كحوهم،ولا تصلو اعليهم، و لا تصلوا معهم (ابن ماجہ ۱/۱۰،مشکوۃ ۲۲)

ترجمہ:۔گمراہ لوگ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو ان کے جنازے پر حاضر نہ ہو، جب ان سے ملو تو سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ساتھ پانی نہ پیو، ساتھ کھانا نہ کھاؤ، شادی بیاہ مت کرو، ان کے جنازے کی نماز مت پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

میرے بھائی! یہ دنیا چار دن کی چاندنی ہے.... یہاں جو بھی آیا....اسے آج نہیں تو کل چلے جانا ہے....اصلی زندگی آخرت کی زندگی ہے......وہاں آدمی کو ہمیشہ ہمیش رہنا ہے......وہاں کا چین اصلی چین ہے......وہاں آدمی کے دو ٹھکانے ہیں....ایک جنت....دوسرا جہنم....لیکن جنت اسی کو ملے گی....جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا....ورنہ تو ابدالآباد تک جہنم میں پڑا رہے گا۔

میرے بھائی!....دوست اور دشمن کو پہچان....ارے کس ک دوست و دشمن؟....محمد رسول اللہ ﷺ کے دوست و دشمن....جو، ان کے دوست ہیں....وہی تیرے دوست ہیں....ان کے دامن سے وابستہ ہو جا....اور....جو، ان کے دشمن ہیں....وہی تیرے دشمن ہیں....ان سے اپنے آپ کو دور رکھ....جیسے آگ اور سانپ کو اپنے آپ سے دور، رکھتا ہے....اسی میں تیری نجات ہے۔

میرے بھائی!....ذرا سوچ تو سہی....آدمی اپنے دشمن کے سایہ سے دور بھاگے....اسے دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے....مگر افسوس....محمد رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں.... ان کے بدگویوں....انہیں گالیاں لکھ کر چھاپنے والوں....اوران خبیثوں کے ہم مذہبوں....ہم پیالوں.... سے میل جول رکھے....کیا قیامت نہ آئے گی؟....کیا حشر نہ ہوگا؟....کیا رسول اللہ ﷺ کو منھ دکھانا نہیں؟....کیا ان کے آگے شفاعت کے لئے ہاتھ پھیلانا نہیں؟....میرے بھائی!....اللہ سے ڈرو....رسول اللہ ﷺ سے شرماؤ....اللہ تعالیٰ توفیق دے....آمین.... **بجاہ سید المرسلين عليه افضل الصلاة و التسليم وعلى اله واصحابه اجمعين ۔**